مصر کی ملکہ (قسط نمبر 1)

اے حمید

فہرست

سنو پیارے بچو!

انسان کی تاریخ بڑی بڑی مزے دار، دل چسپ اور پراسرار کہانیوں سے بھری پڑی ہے۔ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ شروع شروع میں انسان دیوتاؤں کے آگے بچوں کی قربانی دیا کرتے تھے۔ اڑن کھٹولے بنا کر اڑا کرتے تھے۔ آدمی کی کھوپڑی کھول کر اسے دوبارا جوڑ دیا کرتے تھے۔ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ بابل ونینوا کی وادی میں ستاروں سے کچھ لوگ اتر کر آئے تھے۔ مصر کے جادوگر پتھر میں

جان ڈال دیتے تھے۔ ہم نے آپ کی دلچسپی اور آپ کی تاریخی معلومات میں اضافہ کرنے کے لیے دنیا کی ساری تاریخ میں سے انتہائی دلچسپ، پر اسرار اور حیرت انگیز کہانیاں چن لی ہیں اور آپ کو قسط وار سناتے جائیں گے۔

ہماری پہلی کہانی قدیم ملک مصر سے شروع ہوتی ہیں۔ فرعون کو نجومیوں نے بتایا ہے کہ اس کے ہاں بیٹا پیدا ہو گا جو اسے ہلاک کر دے گا۔ فرعون کی ملکہ اپنے بیٹے کو خفیہ طور پر ایک ننھی سی کشتی میں ڈال کر دریائے نیل کی لہروں کے حوالے کر دیتی ہے۔ وہ لڑکا مصر کا شہزادہ ہے۔ مگر ایک ہی ماہی گیر کے جھونپڑے میں عنبر کے نام سے پرورش پاتا ہے۔ جوان ہو کر اسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فرعون کا بیٹا ہے۔ وہ اپنی ملکہ سے ملتا ہے۔ اس کا بے وفا دوست فرعون اور اس کی ملکہ کو قتل کروا کر خود فرعون بن بیٹھتا ہے اور عنبر کو جلا وطن کر دیتا ہے۔

عنبر اپنی ماں کی قبر پر جاتا ہے۔ وہاں ایک مقدس آواز اسے دعا دیتی ہے کہ وہ کبھی نہیں مرے گا اور قیامت تک زندہ رہے گا۔ عنبر ایک بادبانی جہاز پر سوار ہوتا ہے۔ صبح اٹھ کر دیکھتا ہے کہ جہاز کے سارے ملاح اور کپتان غائب ہیں۔ وہ جہاز پر اکیلا ہے اور جہاز بپھرے ہوئے سمندر میں اپنے آپ چلا جا رہا ہے۔

اے حمید

موت کی گود میں

دریائے نیل بڑی خاموشی سے بہہ رہا ہے۔

اس وقت آدھی رات گزر چکی ہے۔ قدیم مصر کے گہرے نیلے آسمان پر ستارے سفید موتیوں کی طرح چمک رہے ہیں۔ یہ زمانہ جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں، آج سے پونے پانچ ہزار سال پہلے کا زمانہ ہے۔ ہماری تہذیب کی تاریخ شروع ہو رہی ہے۔ یہ مصر کے فرعونوں کا زمانہ ہے۔ دریائے نیل کے نیلے پانی میں ستاروں کا عکس جھلملا رہا ہے۔ دریا کے کنارے کھجوروں کے جھنڈ دور تک چلے گئے

ہیں۔ کہیں زیتون کے درختوں کے جھاڑ ہیں اور کہیں انجیر کے درختوں کے جھنڈ ہیں۔ تھیبس کا شہر سو رہا ہے۔ دن بھر کے تھکے ماندے لوگ اپنے اپنے کچے پکے گھروں میں آرام کر رہے ہیں۔ سنسان گلیوں میں کسی وقت پہریدار کی آواز گونج جاتی ہے۔

دریائے نیل کے کنارے، شہر سے باہر، ایک پختہ مکان میں زیتون کے تیل کا لیمپ جل رہا ہے۔ اس لیمپ کی روشنی میں ایک ادھیڑ عمر کی عورت لکڑی کے صندوق میں سے پتھر ماپنے والا فیتہ تلاش کر رہی ہے۔ بارہ چودہ برس کا ایک نوعمر لڑکا جس کا نام عنبر ہے اس کے پاس کھڑا ہے۔ عنبر کا باپ وہاں سے چار پانچ میل دور صحرا میں ایک اہرام میں کام کر رہا ہے۔ عنبر کے باپ کا نام رجال ہے۔ وہ اہرام بنانے میں ماہر ہے۔ اہرام پتھروں کی اس تکونی عمارت کو کہتے ہیں جس میں مرے ہوئے فرعون کی لاش کو دوائیاں لگا کر غلاموں،

کنیزوں اور سونے چاندی کے زیوروں کے ساتھ دفن کر دیا جاتا
ہے۔

عنبر اصل میں اس بوڑھی عورت اور بوڑھے باپ رجال کا بیٹا
نہیں ہے۔ آج سے بارہ تیرہ برس پہلے عنبر انہیں دریائے نیل کی
لہروں پر ایک ننھی سی کشتی میں بہتا ہوا ملا تھا۔ وہ زمانہ مصر کے ایک
ظالم فرعون کا زمانہ تھا۔ نجومیوں نے فرعون کو بتایا تھا کہ اس کے محل
میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو بڑا ہو کر اسے زہر دے کر ہلاک کر دے گا۔
فرعون نے حکم دیا کہ محل میں جو بھی نیا بچہ پیدا ہو اسے قتل کر دیا جائے۔
چار پانچ برس کے اندر اندر جتنے بچے محل میں پیدا ہوئے ان سب کو
ہلاک کر دیا گیا۔ آخر ایک رات فرعون کو پتا چل گیا تو وہ اسے ضرور قتل
کرا دے گا۔ اس نے اپنی ایک کنیز کے ساتھ مل کر بچے کو ایک ننھی سی
کشتی میں لٹایا اور دریا کی لہروں کے حوالے کر دیا۔

اسے یقین تھا کہ اس کا بیٹا کسی نہ کسی کسان یا ماہی گیر کے ہاتھ آ
جائے گا اور وہیں پرورش پائے گا۔ اس طرح وہ قتل ہونے سے بچ
جائے گا اور کم از کم زندہ تو رہے گا۔ اگر خدا کو منظور ہوا اور زندگی رہی تو
کبھی نہ کبھی اس کی بیٹے سے ضرور ملاقات ہو جائے گی۔ فرعون کو بچے
کی پیدائش کا کوئی علم نہ ہوا۔ اسے یہی کہا گیا کہ ملکہ کے ہاں مردہ بچی
پیدا ہوئی ہے جسے دفن کر دیا گیا ہے۔ ادھر ننھا عنبر شہزادہ گھاس پھونس
کی بنی ہوئی چھوٹی سی کشتی میں دریا کی لہروں پر بہتا ہوا بہت آگے نکل
گیا۔ دن چڑھا تو ادھیڑ عمر کا اہرام مصر کا انجینئر رجال دریا کنارے
پتھر کٹوا رہا تھا کہ اس نے کشتی میں ایک بچے کو دیکھا۔ وہ اسے اٹھا کر
گھر لے آیا۔ ان کے ہاں کوئی اولاد نہیں تھی۔ اس کی بیوی بچے کو دیکھ
کر بہت خوش ہوئی۔ انہوں نے عنبر کو اپنے بچے کی طرح پالنا شروع
کر دیا۔ اب عنبر اس گھر میں پل کر چودہ برس کا ہو گیا تھا۔ اسے بالکل

نہیں بتایا گیا تھا کہ وہ ان کا بیٹا نہیں ہے بلکہ انہوں نے عنبر کو دریائے نیل سے اٹھا کر پالا ہے۔ وہ رجال کو ہی اپنا اصلی باپ اور اس کی بیوی کو اپنی ماں سمجھتا تھا۔ وہ دونوں بھی عنبر سے اپنے بچے کی طرح ہی پیار کرتے تھے۔

عنبر اپنے باپ کے ساتھ ہی بچپن سے کام کرتا آیا تھا اور وہ بھی اہرام بنانے کا کام سیکھ رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ اس نے اپنے باپ سے جنگلی بوٹیوں سے دوائیاں بنانے اور بیمار لوگوں کا علاج کرنے کا ہنر بھی سیکھنا شروع کر دیا تھا۔ اس رات وہ بھی اپنے باپ کے ساتھ شہر سے چار کوس کے فاصلے پر ایک نئے اہرام کی تعمیر کا کام کر رہا تھا۔ اس کا باپ رجال ہمیشہ عنبر کو اپنے ساتھ کام پر رکھتا تھا۔ اچانک پتھروں کو ماپنے والا فیتہ ٹوٹ گیا۔ عنبر کے باپ نے اسے گھر بھیجا کہ وہ صندوق میں سے نیا فیتہ لے آئے۔ عنبر گھوڑے پر سوار ہو

کر گھر آیا اور ماں سے کہا کہ اسے ابا جان نے نیا فیتہ لینے بھیجا ہے۔ اس کی ماں نے صندوق میں سے تلاش کے بعد نیا فیتہ نکال کر دیا اور کہا:

"عنبر بیٹا یہ لو فیتہ۔۔۔ اور ہوشیار رہ کر واپس جانا"۔

عنبر نے ہنس کر کہا:

"فکر نہ کرو ماں، میں ایک انجینئر باپ کا بہادر بیٹا ہوں"۔

"خدا تمہاری حفاظت کرے بیٹا"

عنبر نے فیتہ جیب میں رکھا اور گھوڑے پر سوار ہو کر اسے دوڑاتے ہوئے دریائے نیل کے کنارے کے ساتھ ساتھ اہرام کی طرف روانہ ہو گیا۔ آدھی رات کا وقت تھا۔ زیتون اور کھجوروں کے جھنڈ اندھیرے کی سیاہ چادر اوڑھے دور سے بھوت معلوم ہو رہے تھے۔ مگر عنبر کو کسی قسم کا خوف یا ڈر محسوس نہیں ہو رہا تھا اس لیے کہ وہ اپنے باپ

کے ساتھ اکثر راتوں کو کام کرتا رہتا تھا اور ادھر سے کوئی بار گزرا کرتا تھا۔

راستے میں ریت کے ایک اونچے ٹیلے کے دامن میں انجیروں کا ایک چھوٹا سا باغ تھا جس میں ایک جھونپڑی تھی۔ اس جھونپڑی میں اناطول نام کا ایک درویش رہتا تھا۔ اناطول درویش عنبر سے بہت پیار کرتا تھا۔ عنبر نے دیکھا کہ اناطول اپنی جھونپڑی کے سامنے بیٹھا خدا کی عبادت کر رہا تھا۔ عنبر نے گھوڑے پر قریب سے گزرتے ہوئے اسے سلام کیا اور آگے نکل گیا۔ اناطول نے آنکھیں کھول کر عنبر کو گھوڑے پر جاتے دیکھا اور پھر آنکھیں بند کر لیں۔ اناطول درویش کو معلوم تھا کہ عنبر ملکہ نفریتی کا بیٹا ہے۔ وہ فرعون مصر کی اولاد ہے اور شہزادہ ہے۔ وہ انجینئر رجال کا اصلی بیٹا نہیں ہے۔ مگر اس نے عنبر کو کبھی نہیں بتایا تھا کہ وہ مصر کا شہزادہ ہے۔ کیونکہ اسے معلوم تھا عنبر

کو بتانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اگر فرعون کو پتا چل گیا کہ اس کا بیٹا خفیہ طور پر رجال کے گھر میں پرورش پا رہا ہے تو وہ اسے گرفتار کروا کر ضرور قتل کروا دے گا۔ اب تک فرعون کتنے ہی محل میں پیدا ہونے والے شہزادوں کو قتل کروا چکا تھا۔

عنبر کو اہرام اب سامنے نظر آ رہا تھا جہاں اس کا باپ رجال دوسرے مزدوروں اور کاریگروں کے ساتھ کام کر رہا تھا۔ فرعون کے حکم سے اس کے بوڑھے دادا کے لیے یہ اہرام خاص طور پر بنایا جا رہا تھا۔ کیونکہ کہ دادا فرعون بہت بوڑھا ہو چکا تھا اور اس کی زندگی کا چراغ گل ہونے کو تھا اس لیے فرعون طاعون کے حکم سے اہرام جلدی سے جلدی تیار کروایا جا رہا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ عنبر کے باپ رجال کو راتوں کو بھی کام کرنا پڑ رہا تھا۔ عنبر نے اہرام میں پہنچ کر فیتہ اپنے باپ کے حوالے کیا اور خود بھی اس کے ساتھ کام کرنا شروع کر دیا۔

رجال بڑے بڑے کٹے ہوئے چورس پتھروں میں لوہے کی سینی سے نشان لگاتا جاتا تھا اور عنبر ان نشانوں پر یادداشت کے لیے سفید روغن پھیرتا جاتا تھا۔ دونوں باپ بیٹا اہرام کے نچلے تہہ خانے میں کام کر رہے تھے۔ یہ وہ تہہ خانہ تھا جس کے اندر بوڑھے فرعون کی لاش کو تابوت میں بند کر کے رکھا جانا تھا۔ تہہ خانے کی دیواریں قیمتی پتھروں سے چن دی گئی تھیں۔ درمیان میں سنگ مرمر کا ایک شاندار چبوترا بنایا گیا تھا۔ اس چبوترے پر فرعون کے تابوت کو ہمیشہ کے لیے رکھ دیا جانا تھا۔ دیواروں کے طاقوں میں سونے کے شمعدان روشن تھے۔ اس تہہ خانے کا صرف ایک ہی دروازہ تھا جو ایک بہت بڑی پتھر کی سل تھی۔ تابوت کو تہہ خانے میں رکھ دینے کے بعد اس سل کو آہستہ آہستہ اپنے آپ ہی بند ہو جانا تھا۔ اس کے بعد سل کو کوئی نہیں کھول سکتا تھا۔

اس زمانے میں دستور تھا کہ بادشاہ مرتا تو اس کے نوکر، کنیزیں، کھانے پینے کا سامان، برتن، آرام کرنے کا پلنگ اور اس کے سونے جواہرات اس کے ساتھ ہی تہہ خانے میں دفن کر دیے جاتے۔ کیونکہ ان لوگوں کا خیال تھا کہ مرنے کے بعد اگلے جہاں میں بادشاہ زندہ ہو جاتا ہے اور اسے ان تمام چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ پانچ ہزار سال بعد آج کے زمانے میں جب ان اہرام مصر کی کھدائی ہوئی اور آثار قدیمہ کے ماہر تہہ خانوں کی پتھریلی سل توڑ کر اندر داخل ہوئے تو وہاں انہیں غلاموں اور کنیزوں کی لاشوں کے پنجر بھی ملے۔

ابھی تو ہم اس زمانے کا ذکر کر رہے ہیں۔ جب یہ اہرام تعمیر ہو رہے تھے۔

عنبر اپنے باپ رجال کے ساتھ کام کر رہا تھا کہ ان کا گھریلو ملازم

پولکا چبوترے پر رکھی جانے والی سنگ مرمر کی سفید سل اٹھائے اندر داخل ہوا۔ اس نے سنگ مرمر کی سل زمین پر رکھی اور اپنے ماتھے پر آیا ہوا پسینہ پونچھ کر بولا:

''بڑے آقا، بادشاہوں کے مقبرے بناتے بناتے میرے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے۔ اگر میں بادشاہ ہوتا تو کبھی اپنا مقبرہ نہ بناتا''۔

رجال نے مسکرا کر کہا:

''پولکا، اگر تم فرعون ہوتے تو میں تمہارا مقبرہ بڑا شاندار بناتا''۔

عنبر نے کہا:

پولکا، کیا خبر اگلے برس تم بادشاہ بن جاؤ''۔

ملازم پولکا جس کی عمر چالیس سال تھی اور جو ایک بیل کی طرح بنا کٹا تھا ہنس کر کہنے لگا:

''چھوٹے آقا عنبر، میری اتنی قسمت کہاں کہ میں بادشاہ بن جاؤں۔ میں تو غلام پیدا ہوا اور غلام ہی مروں گا''۔

بوڑھے رجال نے کہا:

''فکر نہ کرو پولکا، میں تمہاری لاش کو حنوط کروا کر بادشاہوں کے مقبرے میں ہی دفن کروں گا۔

پولکا قہقہہ مار کر ہنسا اور بولا:

''بڑے آقا، یہ پتھر دل مقبرے بادشاہوں ہی کو سلامت رہیں میرے لیے مٹی کی کچی قبر ہی بہت ہوگی۔ مگر کبھی کبھی دل میں خواہش ضرور پیدا ہوتی ہے کہ کاش، میں بھی بادشاہ ہوتا۔ پیٹ بھر کر مور، ہرن اور تیتر کا گوشت کھاتا۔ خرطوم کے سیب اور یوروشلم کی میٹھی انجیریں کھاتا اور نرم نرم بستر پر سوتا اور غلام مور کے پنکھوں سے مجھے ہوا دے رہے ہوتے''۔

''اچھا' ابھی تو اٹھ کر باہر سے پتھر اٹھا کر لاؤ۔ بادشاہ بننے کا
خواب پھر دیکھ لینا''۔

پولکا زمین پر سے اٹھا اور اتنا کہہ کر باہر نکل گیا:

''ہائے ری قسمت، بے چارے پولکا۔ تیری قسمت میں تو پتھر
ڈھونے ہی لکھیں ہیں''۔

اس کے جانے کے بعد بوڑھا جال اور عنبر دیر تک ہنستے رہے۔

پولکا ان کا بڑا وفادار غلام تھا۔ عنبر چھوٹا سا تھا جب رجال نے یہ غلام
بابل کی منڈی سے خریدا تھا۔ اس زمانے میں بڑے بڑے شہروں
میں ہر سال منڈیاں لگا کرتی تھیں جہاں گائے بھینسوں اور گھوڑوں کے
ساتھ ساتھ غلام بھی بکا کرتے تھے۔ لوگ گھوڑوں اور مویشیوں کے
ساتھ ساتھ اپنی پسند کے غلام بھی خرید کر گھروں کو لے جاتے تھے۔
امیر لوگ ان غلاموں سے بڑا سخت کام لیتے۔ وہ دن بھر ان سے

کھیتوں میں ہل چلواتے، گوڈی کرواتے، باغوں میں جانوروں کی
طرح کام کرواتے اور بہت کم کھانے کو دیتے۔ سخت محنت اور کم
خوراک کی وجہ سے غلام بہت جلد بیمار اور کمزور ہو کر مر جاتے۔ امیر
لوگ ان کے مرنے کے بعد منڈی سے نیا غلام خرید لیتے۔

مگر بوڑھا رجال پولکا غلام سے بہت اچھا سلوک کرتا تھا۔ وہ جو
خود کھاتا وہی اپنے غلام پولکا کو دیتا۔ یہی وجہ تھی کہ پولکا اپنے آقا
رجال اور اس کے بیٹے عنبر اور اس کی بوڑھی ماں سے بہت پیار کرتا
تھا۔ وہ ان کی ہر ضرورت کا خیال رکھتا اور ان کی ذرا سی تکلیف پر اپنی
جان قربان کرنے پر بھی تیار ہو جاتا۔ بوڑھے رجال نے پولکا غلام کو
بھی نہیں بتایا تھا کہ عنبر اس کا اپنا بیٹا نہیں ہے بلکہ مصر کے شاہی محل کا
شہزادہ ہے۔ عنبر کی ننھی سی کشتی میں سے اسے جو شاہی مہر ملی تھی وہ اس
نے اور اس کی بیوی نے ایک پرانے صندوق میں سنبھال کر رکھی ہوئی

تھی۔

رات بھر اہرام میں کام کرنے کے بعد صبح کے وقت رجال، عنبر اور پوکا واپس اپنے گھر آ گئے۔ عنبر کی ماں نے ناشتہ تیار کر رکھا تھا۔ ناشتے میں اونٹ کے پائے کا شوربہ اور خمیری روٹی تھی۔ سب نے مل کر ناشتہ کیا اور کچھ دیر آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے۔ عنبر سو کر اٹھا تو دوپہر ہو رہی تھی۔ اس کا باپ رجال اور غلام پوکا ابھی تک سو رہے تھے۔ اس کی ماں دوپہر کا کھانا تیار کرنے میں لگی ہوئی تھی۔ عنبر نے غلیل ہاتھ میں لی اور باہر نکل آیا۔ پیچھے سے اس کی ماں نے آواز دی۔

"بیٹا عنبر زیادہ دور نہ جانا۔ کھانا تھوڑی دیر میں تیار ہونے والا ہے"۔

"میں دریا کنارے مرغابیاں مارنے جا رہا ہوں۔ ابھی واپس آ

جاؤں گا"۔

اس کی ماں نے کوئی جواب نہ دیا۔ اسے معلوم تھا کہ اگر عنبر کو روکا بھی تو وہ کبھی نہیں رکے گا۔

عنبر آخر شہزادہ تھا۔ ضد اور دلیری اس کی فطرت میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ وہ شکار کا بھی بہت شوقین تھا۔ گھڑسواری بھی بہت پسند کرتا تھا۔ مگر اس وقت وہ پیدل ہی غلیل ہاتھ میں لیے دریائے نیل کے کنارے کنارے چل پڑا۔ موسم بڑا خوشگوار تھا۔ آسمان پر خلاف معمول ہلکے ہلکے بادل چھا رہے تھے اور ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ دریائے نیل کا پانی بڑے سکون سے بہہ رہا تھا اور ماہی گیر کشتیوں میں بیٹھے مچھلیوں کا شکار کر رہے تھے۔

عنبر کو پیچھے سے کسی نے آواز دی۔ عنبر نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ یہ بوڑھا ہم کوش تھا جو گھوڑوں کا چارہ فروخت کرتا تھا اور اس وقت اپنے

مکان کے آگے اگی ہوئی انگور کی بیل کو پانی دے رہا تھا۔

''سلام چچا''

''جیتے رہو بیٹا عنبر، کہاں جا رہے ہو اس وقت؟''

''مرغابیوں کا شکار کھیلنے جا رہا ہوں چچا''

''بیٹے جانوروں کو نہ مارا کرو۔ یہ تو قدرت کی معصوم بھولی بھالی نشانیاں ہیں''۔

''چچا کیا کروں مجھے شکار اچھا لگتا ہے''۔

''وہ تو ٹھیک ہے عنبر بیٹا، مگر کبھی کبھی جانوروں سے پیار بھی کیا کرو۔ یہ اچھی بات ہے''۔

''ابھی تو شکار کر لوں چچا، پھر پیار بھی کر لوں گا''۔

''تمہاری مرضی بیٹے، ویسے تم ہمیشہ من مانی کرتے ہو اور یہ کوئی اچھی بات نہیں''۔

دونوں باتیں ہی کر رہے تھے کہ اچانک دریا کے اوپر کی طرف سے شور سا مچا اور ماہی گیروں نے اپنی کشتیاں کناروں کی طرف لانی شروع کر دیں۔

پھر شاہی غلاموں کا ایک بیڑا آیا اور اس نے ماہی گیروں کو ہنٹروں سے مارنا شروع کر دیا۔

''کمینو، بھاگو یہاں سے، تمہیں معلوم نہیں، شاہی ملکہ کی سواری آ رہی ہے، بھاگو۔ دفعان ہو جاؤ یہاں سے''۔

ماہی گیروں میں افراتفری مچ گئی اور دیکھتے دیکھتے دریائے نیل کی سطح بالکل خالی ہو گئی۔ عنبر نے گوگوش سے پوچھا:

''یہ شاہی سواری کس کی آ رہی ہے بابا؟''

''میرے خیال میں ملکہ نفریتی کی سواری آ رہی ہے۔ اندر آ جاؤ عنبر، یہاں رکنا ٹھیک نہیں۔ ابھی شاہی غلام ہنٹر لے کر آ جائیں

گے"۔

عنبر نے ضد کی کہ وہ وہیں کھڑا رہے گا اور دیکھے گا، کون غلام اس کو ہاتھ لگاتا ہے۔ مگر گوگوش اسے کھینچتا ہوا اندر لے گیا اور دروازہ بند کر دیا۔

"پاگل ہو گئے ہو کیا؟ تمہیں معلوم نہیں، جب ملکہ کی سواری آتی ہے تو دریا پر کوئی چڑیا بھی پر نہیں مار سکتی"۔

عنبر خاموش رہا اور کھڑکی کے سوراخ میں سے دریا کی طرف دیکھنے لگا۔

تھوڑی دیر میں دریا کے اوپر کی جانب سے ملکہ مصر افریقی کا شاہی بجرا نمودار ہوا۔

جب وہ گوگوش کے مکان کے قریب سے گزرا تو عنبر نے دیکھا کہ سینکڑوں کنیزوں کے جھرمٹ میں مصر کی باوقار ملکہ ایک عالی شان

عماری میں بیٹھی ہے اور کنیزیں مورچل ہلا رہی ہیں اور بار بار ادگرد خوشبودار اور عطر چھڑک رہی ہیں۔

کافی فاصلے پر آگے آگے غلام اور فوج کے سپاہی راستہ صاف کرتے جا رہے ہیں۔ اچانک عنبر نے دروازہ کھولا اور دوڑ کر دریا کنارے جا کھڑا ہوا۔

یہ بڑی جرات کا کام ہی نہیں تھا بلکہ شاہی سواری کے خلاف ایک بہت بڑا جرم بھی تھا۔ ملکہ نے دیکھا کہ چودہ برس کا ایک خوبصورت لڑکا دریا کنارے کھڑا بڑے شوق سے ملکہ کی سواری کو دریا میں سے گزرتے دیکھ رہا ہے۔ ایک دم فوج کا سپہ سالار آگے بڑھا اور اس نے عنبر کو قتل کرنے کے لیے تلوار اٹھائی ہی تھی کہ ملکہ نے اسے ہاتھ اٹھا کر روک دیا۔

"لڑکے کو میرے پاس لاؤ"

عنبر کو ملکہ نفریتی کے حضور پیش کیا گیا۔ عنبر اسی ملکہ نفریتی کا بیٹا تھا۔ مگر وہ اس سے بے خبر تھی۔ ماں شاہی ملکہ کے لباس میں تھی اور بیٹا ایک معمولی کپڑوں میں ننگے پاؤں غلیل ہاتھ میں لیے کھڑا تھا۔ لیکن خون آخر خون ہوتا ہے۔ ماں کے خون نے ایک بار تو جوش مارا۔ وہ ٹکٹکی باندھے عنبر کی نیلی آنکھوں اور سیاہ ریشمی بالوں کو دیکھنے لگی۔ پھر بولی:

"تم کون ہو؟"

عنبر نے جھک کر سلام کرتے ہوئے کہا:

"میں رجال اہرام بنانے والے کا بیٹا ہوں ملکہ"۔

"تم شاہی سواری کو دیکھ کر چھپے کیوں نہیں؟ کیا تمہیں معلوم نہیں تھا کہ ملکہ کی سواری کے وقت جو کوئی باہر ہو اسے قتل کر دیا جاتا ہے؟"۔

"مجھے معلوم تھا ملکہ عالیہ"۔

"تو پھر تم مکان سے باہر کیوں آ گئے؟"

"ملکہ عالیہ کی شاہی سواری دیکھنے باہر آ گیا تھا"۔

"اور اگر تمہیں سپاہی قتل کر دیتے تو؟"

"میں ان کا مقابلہ کرتا ملکہ عالیہ"۔

یہ ایک دلیرانہ جواب تھا۔ ملکہ کے خون نے ایک بار پھر جوش مارا۔ اس قسم کا جواب مصر کا ایک عام لڑکا ہرگز نہیں دے سکتا تھا۔ ملکہ نفریتی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ اتنے میں سپہ سالار نے جھک کر عرض کی:

"ملکہ عالیہ، محل میں آپ کا انتظار ہو رہا ہو گا"۔

ملکہ مصر جیسے خیالات سے چونک اٹھی:

"ہاں، ہاں۔ شاہی سواری کو چلنے کا حکم دیا جائے"۔

پھر وہ عنبر کی طرف دیکھ کر بولی:

"لڑکے تمہارا نام کیا ہے؟"

"عنبر"

"ٹھیک ہے۔ اب تم جا سکتے ہو"۔

عنبر نے جھک کر ملکہ کو سلام کیا اور واپس اپنے مکان میں آ گیا۔

شاہی سواری آگے چل پڑی۔ ملکہ نفریتی گہری سوچوں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اسے اپنا بیٹا، اپنے جگر کا ٹکڑا یاد آ رہا تھا جس کو اس نے قتل ہونے سے بچانے کے لیے دریائے نیل کی لہروں کے سپرد کر دیا تھا۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ اس کا بیٹا مرا نہیں بلکہ زندہ ہے۔ وہ ضرور کسی نہ کسی ماہی گیر کے ہاں پرورش پا رہا ہے۔ ملکہ نے دس برس تک خفیہ طور پر اپنے بچے کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے بے پناہ کوششیں کی تھیں۔

مگر وہ کامیاب نہیں ہوئی تھی۔ عنبر کو دیکھ کر جانے اسے اپنے بچے کا خیال آ گیا تھا۔ وہ سوچنے لگی۔ کہیں عنبر ہی اس کا بیٹا تو نہیں؟ مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

مصر کا شہزادہ

عنبر مکان میں داخل ہوا تو گوگوش نے فوراً دروازہ بند کر دیا۔

وہ بہت پریشان نظر آ رہا تھا۔ وہ پریشان نہ ہوتا تو اور کیا ہوتا عنبر نے بھی تو کمال کر دیا تھا۔ وہ اپنی جان خطرے میں ڈال کر شاہی سواری کو دیکھنے باہر نکل گیا تھا، حالاں کہ اسے معلوم تھا کہ اس جرم کی سزا موت ہے۔ اس نے عنبر سے کہا:

"تم پاگل تو نہیں ہو گئے تھے لڑکے؟ آخر یہ تمہیں کیا سوجھی؟"

عنبر نے سینہ تان کر کہا:

"میں ملکہ کو دیکھنا چاہتا تھا"۔

"غضب خدا کا، تمہیں معلوم نہیں تھا کہ وہ لوگ تمہیں ہلاک کر دیں گے؟"

"معلوم تھا، مگر میں بھی مقابلے کے لیے تیار ہو کر گیا تھا"۔

"مگر تم اکیلے شاہی فوج کا کیسے مقابلہ کر سکتے تھے؟"۔

"کم از کم دو ایک کو تو ضرور مار کر مرتا چچا"۔

گوگوش نے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر کہا:

"خدا کا شکر ہے کہ تم بچ گئے، ورنہ میں تمہارے باپ کو کیا منہ دکھاتا؟"

"چچا، شاہی فوج میں اتنی جرات نہیں کہ مجھے مار سکے۔ میں بہادر لڑکا ہوں"۔

گوگوش نے ہاتھ باندھ کر آنکھیں بند کر لیں اور خدا کا شکر ادا کیا

کہ عنبر موت کے منہ سے بچ کر واپس آ گیا۔ پھر اس نے بڑے شوق سے پوچھا:

''اچھا لڑکے یہ بتاؤ ملکہ نے تمہیں کیا کہا؟''

''ملکہ نے مجھ سے میرا نام پوچھا، باپ کا نام پوچھا اور کہا کہ میں مکان سے باہر کیوں نکل آیا ہوں؟''

''پھر تم نے کیا جواب دیا؟''

''میں نے کہا' آپ کی سواری دیکھنے نکل آیا تھا''۔

''پھر ملکہ نے کیا کہا؟''

''ملکہ نے کہا' اگر میرے سپاہی تمہیں قتل کر دیتے تو کیا ہوتا؟''

''پھر تم نے کیا کہا؟''

''میں نے یہی کہا کہ میں بہادری سے ان کا مقابلہ کرتا''۔

''پھر ملکہ کیا کہنے لگیں؟''

''پہلے تو وہ گہری سوچ میں ڈوب گئیں۔ پھر بولیں کہ تم بڑے بہادر لڑکے ہو۔ جاؤ واپس اپنے گھر چلے جاؤ''۔

''رب عظیم تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے ملکہ کے دل میں رحم ڈال دیا۔ تمہیں تو خدا جانے آج کیا ہو جاتا۔۔۔ اچھا لڑکے' اب یہاں سے اپنے گھر بھاگ جاؤ اور خبردار آئندہ ایسی جرات پھر کبھی نہ کرنا''۔

عنبر نے غلیل لہراتے ہوئے ہنس کر کہا:

''میں تو پھر ملکہ کی سواری دیکھنے گھر سے نکل آؤں گا''۔

''جاتا ہے یا نہیں بے وقوف کہیں کے؟ میں آج ہی تیرے باپ سے شکایت کروں گا''۔

''خدا حافظ چچا''

عنبر ہنستا ہوا گوش کے مکان سے باہر نکل گیا۔ وہ سیدھا اپنے

لنگوٹیے دوست قہرمان کے ہاں پہنچا۔ قہرمان عمر میں عنبر سے دو سال بڑا تھا۔ یعنی سولہ برس کا تھا۔ وہ ایک پنیر بنانے والے کا بیٹا تھا۔ جب عنبر نے اسے بھی یہ بھیانک واقعہ سنایا تو وہ بہت خوش ہوا اور عنبر کے کندھے پر ہاتھ مار کر بولا:

''یہ کام تو تم نے وہ کیا کہ میں خود کرنا چاہتا تھا۔ تمہیں معلوم ہے میری سب سے بڑی خواہش کیا ہے؟''

''کیا ہے؟''

''یہ کہ میں ایک روز شاہی فوج کا کپتان بن جاؤں۔ میرے ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے ہاتھ میں لوہے کا ہنٹر ہو۔ میں گھوڑے پر سوار ہو کر غلاموں کے پاس جاؤں اور ان کو زور زور سے ہنٹر ماروں''۔

عنبر نے کہا:

''مگر قہرمان غلاموں پر ظلم کرنا کوئی بہادری کی بات نہیں۔ مزا تو دشمن کے ساتھ ڈٹ کر مقابلہ کرنے میں آتا ہے''۔

قہرمان بولا:

''بھئی، میری تو یہی خواہش ہے اور تم دیکھنا ایک نہ ایک دن میں ضرور فوج کا کپتان بنوں گا''۔

''اس کے لیے بڑی محنت کرنا پڑتی ہے قہرمان۔ ویسے تمہارا ڈیل ڈول اتنا ہے کہ تم کپتان بن سکو''۔

''عنبر یاد رکھو، اگر میں بادشاہ کی فوج کا کپتان بن گیا تو تمہیں بھی اپنے ساتھ رکھوں گا اور نیل کے کنارے ایک شاندار محل بنوا کر دوں گا''۔

''مجھے تمہارے بنوائے ہوئے محل کی ضرورت نہیں قہرمان، میں اپنا محل خود بنواؤں گا''۔

"چلو ہم دونوں اپنے اپنے محل خود بنوائیں گے۔ اچھا، اب چلو دریا کنارے چل کر مچھلیاں پکڑتے ہیں"۔

دونوں دوست ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے دریا کنارے چل پڑے۔

دوپہر کے کھانے پر عنبر اپنے ساتھ مچھلیاں لایا۔ ماں نے کہا: "بیٹا، تم نے بڑی دیر کر دی۔ تمہارا باپ کب سے تمہارا انتظار کر رہا ہے"۔

عنبر دوسرے کمرے میں گیا تو اس کا باپ رجال لکڑی کے کٹورے میں زیتون کا تیل ڈال رہا تھا۔ اس نے عنبر کو دیکھ کر پوچھا:

"اتنی دیر کہاں کر دی بیٹے؟"

"ابا، آج میں نے ملکہ مصر سے باتیں کیں"۔

بوڑھے رجال کے ہاتھوں سے زیتون کے تیل کا کٹورا گرتے گرتے بچا۔

"کیا کہا؟"

"ہاں ابا، میں نے مصر کی ملکہ سے باتیں کی ہیں۔ اس نے خود مجھے بلایا تھا"۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو بیٹا؟" عنبر کی ماں نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

دونوں ماں باپ عنبر کی بات سن کر سکتے میں آ گئے تھے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ ملکہ ایک روز اپنے بیٹے سے گفتگو کر سکتی ہے۔

عنبر نے باپ اور ماں کو شاہی سواری کا سارا واقعہ سنا دیا۔ دونوں بوڑھے میاں بیوی بڑے غور سے واقعے کا ایک ایک لفظ سنتے رہے۔

عنبر کہہ رہا تھا:

"ملکہ نے مجھ سے پوچھا، تمہارے باپ کا کیا نام ہے؟"

بوڑھے رجال نے پریشان ہو کر پوچھا:

"پھر تم نے کیا جواب دیا؟"

"میں نے کہا، میرے ابو کا نام رجال ہے اور وہ اہرام بناتا ہے"۔

"ملکہ نے کیا کہا؟"

"کچھ نہیں، وہ اصل میں میری بہادری پر بہت خوش تھی۔ پھر اس نے مجھے واپس جانے کی اجازت دے دی"۔

ماں نے کہا:

"رب عظیم تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے میرے بیٹے کی جان بچائی"۔

باپ نے پوچھا۔

"ملکہ نے تم سے اور کچھ نہیں پوچھا؟"

"بس میرا نام پوچھا اور پھر چپ ہو گئیں"۔

"چپ ہو گئیں؟"

"ہاں ابا جان، بالکل خاموش ہو گئیں۔ مجھے تو ایسے لگتا تھا جیسے وہ کچھ سوچ رہی ہیں۔ وہ میری طرف بڑے غور سے دیکھتی رہی تھیں"۔

"ملکہ عالیہ نے کچھ اور تو نہیں کہا؟"

"اوں ہوں"۔

بوڑھے رجال نے اطمینان کا سانس لیا اور عنبر سے کہا:

"اچھا چلو، اب ہاتھ منہ دھو کر کھانا کھا لو"۔

کھانے کے دوران میں بوڑھا رجال یہی سوچتا رہا کہ کہیں ملکہ عالیہ نے اپنے بیٹے کو پہچان تو نہیں لیا۔ اصل میں بوڑھا رجال نہیں چاہتا تھا کہ ابھی ملکہ اپنے بیٹے کو پہچانے۔۔۔ وہ چاہتا تھا کہ عنبر ذرا اور بڑا ہو جائے۔ پھر وہ خود اس کو لے کر ملکہ کی خدمت میں حاضر ہو گا اور اسے بتائے گا کہ عنبر اس کا شہزادہ بیٹا ہے۔ اسے پوری امید تھی کہ

اس کے عوض ملکہ عالیہ اسے ڈھیر سارا انعام و کرام دے گی۔ دوسری طرف اسے یہ بھی خوف تھا کہ کہیں فرعون اسے قتل ہی نہ کروا دے۔

اسی لیے بوڑھا رجال ابھی تک خاموش تھا۔ وہ کبھی کبھی یہ بھی سوچتا کہ فرعون کے مرنے تک اس بھید کو چھپائے رکھنا چاہیے۔ فرعون مر جائے تو وہ بڑی آسانی سے ملکہ مصر کے سامنے اس کے بیٹے کے راز کو افشا کر سکتا ہے۔ پھر عنبر کی زندگی محفوظ ہو گئی۔ کھانے کے بعد عنبر سو گیا تو رجال نے اپنی بیوی سے کہا:

''کہیں ایسا تو نہیں ہوا کہ ملکہ نے اپنے بیٹے کو پہچان لیا ہو؟''

بیوی نے کہا:

''بھلا یہ کیوں کر ہو سکتا ہے۔ عنبر کی عمر ایک دن تھی کہ ملکہ نے اسے دریائے نیل کی لہروں پر بہا دیا تھا۔ چودہ برس بعد وہ اسے کیسے پہچان سکتی ہے؟''۔

''پھر بھی مجھے ڈر ہے۔ اگر ملکہ نے اپنے بیٹے کو پہچان لیا ہے تو وہ ضرور اسے حاصل کرنے کی کوشش کرے گی۔ اگر ملکہ نے عنبر کو ہم سے واپس لے لیا تو یقینی طور پر فرعون کو اس کا علم ہو جائے گا اور وہ عنبر کے ساتھ ہی ساتھ ہم دونوں کو بھی قتل کروا دے گا''۔

رجال کی بیوی سوچ میں پڑ گئی۔ پھر کہنے لگی:

''رجال! تم وہم کرنے لگے ہو۔ ملکہ اتنے برس گزر جانے پر عنبر کو کبھی نہیں پہچان سکتی''۔

''مگر وہ ماں ہے اور ماں کا خون جوش مار سکتا ہے''۔

''فرض کریں، اگر عنبر کو اس نے پہچان بھی لیا ہو گا تو وہ کبھی عنبر کو واپس محل میں بلانے کی غلطی نہیں کرے گی۔ اسے اچھی طرح معلوم ہو گا کہ اس طرح فرعون کو بیٹے کا پتا چل جائے گا۔ اور وہ نجومیوں کی پیشگوئی کے مطابق اسے فوراً قتل کروا دے گا اور کوئی عجب

نہیں کہ وہ ملکہ کو بھی ساتھ ہی مروا دے"۔

"یہ تم ٹھیک کہتی ہو۔ لیکن میرا خیال ہے کہ اب ہمیں بھی محتاط رہنا چاہیے"۔

"فکر نہ کرو، رب عظیم ہماری حفاظت کرے گا"۔

بوڑھے رجال نے کچھ سوچتے ہوئے کہا:

"کیا خیال ہے، میں عنبر کو لے کر ملکہ عالیہ کی خدمت میں حاضر نہ ہو جاؤں؟"

"کس لیے؟"

"اسے شاہی مہر کے ساتھ اس کی امانت واپس کرتے"۔

"خدا کے لیے ایسی غلطی کبھی نہ کرنا۔ اس طرح ملکہ اور عنبر سمیت ہم سب بادشاہ کے ظلم کا نشانہ بن جائیں گے"۔

"اس کا مطلب ہے کہ ہمیں ہر حال میں فرعون کی موت کا انتظار

کرنا ہوگا"۔

"ہاں، اسی میں ہم سب کی بھلائی ہے"۔

اتنے میں پولکا غلام شکار کی ہوئی مرغابیوں اور ابلی ہوئی انجیروں کی ٹوکری لیے اندر آیا۔ رجال نے پوچھا:

"یہ کہاں سے لائے ہو پولکا؟"

پولکا نے بھینگی آنکھ پونچھ کر کہا:

"مرغابیاں تو میں نے ڈنڈا مار مار کر خود شکار کی ہیں اور انجیریں میں طوفون درزی کے باغ سے توڑ کر لایا ہوں"۔

"کیا طوفون سے تم نے انجیریں توڑنے کی اجازت لے لی تھی؟"

"پہلے اجازت نہیں لی تھی۔ مگر جب وہ مجھے انجیریں توڑتے دیکھ کر باغ میں آ گیا تو میں نے اس سے معافی مانگ لی تھی۔ مگر جب وہ

مجھے انجیریں توڑتے دیکھ کر باغ میں گیا تو میں نے اس سے معافی مانگ کر اجازت حاصل کر لی تھی"۔

"تمہیں ہزار بار سمجھایا ہے پولکا' کہ کبھی کسی کے باغ سے بغیر اجازت کے پھل مت توڑا کرو۔ مگر تم باز نہیں آتے۔ تم ضرور کسی نہ کسی سے میری لڑائی کراؤ گے"۔

"میرے آقا، لوگوں کے باغ پھلوں سے لدے ہوئے دیکھ کر آپ کے غلام کے منہ میں پانی بھر آتا ہے۔ میں بے تاب ہو کر باغ میں گھس جاتا ہوں اور پھل توڑنا شروع کر دیتا ہوں"۔

"اور اگر کسی نے تمہاری پٹائی کر دی تو؟"

"تو مار کھا کر معافی مانگ لوں گا۔ مگر رب عظیم کی قسم توڑے ہوئے پھل ہرگز واپس نہیں کروں گا۔ مار بھی کھاتا جاؤں گا اور پھل بھی کھاتا جاؤں گا"۔

"اچھا بابا' اب ہمارا سر نہ کھاؤ۔ جاؤ لے جاؤ یہ مرغابیاں اور انجیروں کو یہاں سے۔ اسے تم اکیلے ہی کھانا۔ میں چوری کا مال کھا کر اپنا بڑھاپا خراب نہیں کرنا چاہتا"۔

غلام نے چونک کر کہا:

"میرے آقا آپ اسے چوری کا مال کہتے ہیں؟ حضور' یہ تو میری محنت کا پھل ہے۔ خدا کی قسم پورے ایک سو ایک مکے کھائے ہیں میں ان انجیروں کے لیے اور ایک بھی انجیر باغ کے مالک کو واپس نہیں کی"۔

"بھئی اب چلے بھی جاؤ"۔

"جا رہا ہوں میرے آقا"۔

اصل میں بوڑھا رجال ملکہ مصر کی سواری والے واقعے کے سلسلے میں پریشان تھا اور وہ غلام پولکا کی بک بک جھک جھک سننے کو تیار نہیں

تھا۔ غلام چلا گیا تو دوسرے کمرے میں جا کر وہ کھجور کی چٹائی پر سوئے ہوئے عنبر کو غور سے اور محبت سے دیکھنے لگا۔ نیلی آنکھیں، سیاہ ریشمی بال، تیکھا شاہی ناک۔ وہ بالکل مصر کا شہزادہ معلوم ہو رہا تھا۔ رجال دیر تک اسے دیکھتا رہا۔ پھر سر جھکائے واپس چل دیا۔ اسے عنبر سے اپنے بیٹے کی طرح پیار تھا۔ اور وہ اس کی جدائی کبھی گوارا نہیں کر سکتا تھا۔

نفریتی

محل میں آ کر ملکہ مصر نفریتی اپنے بچے کے لیے اداس ہو گئی۔

اس نے اپنے بادشاہ فرعون عاطون کے ڈر سے اپنے بچے کو دریا کے سپرد تو کر دیا تھا، مگر وہ اسے ایک پل کے لیے بھی بھلا نہ سکی تھی۔ اس ننھی سی جان کو چھوٹی کشتی میں سوار کرا کر دریا میں بہا دینے کا مقصد ہی یہ تھا کہ وہ کسی ماہی گیر کے ہاتھ لگ جائے اور اسی کے گھر میں پرورش پائے۔ اگر رب عظیم کو منظور ہوا تو کبھی نہ کبھی تو ماں کو اس کا

بچھڑا ہوا بچہ مل ہی جائے گا۔ ظالم اور سنگ دل فرعون کے خوف سے ملکہ کھل کر تو اپنے بچے کو تلاش نہ کر سکتی تھی' لیکن اندر ہی اندر وہ اس ٹوہ میں رہتی کہ کہیں سے اسے اپنے بچے کو خبر مل جائے۔ چودہ برس گزر گئے تھے اور ملکہ نفریتی اپنے بچھڑے ہوئے جگر کے ٹوٹے کے لیے سلگ رہی تھی۔ بھلا کون ایسی ماں ہے جو اپنے بچے کو بھلا دے۔ مرے ہوئے پر صبر آ جاتا ہے مگر اپنے ہاتھ سے جدا کیے ہوئے بچے کو کون بھلا سکتا ہے۔

ملکہ نفریتی کو امید تھی کہ ایک نہ ایک دن اس کا بیٹا اسے ضرور مل جائے گا۔ اس کی راز دار صرف اس کی ملازمہ شارمین تھی۔ شارمین نے ہی چودہ برس پہلے ننھے شہزادے کے لیے ننھی سی کشتی تیار کی تھی۔ اس میں اس کے لیے دودھ کی بوتل، سونے کے سکے اور نرم نرم سرہانے رکھے تھے اور شاہی مہر تکیے کے نیچے چھپا دی تھی۔ جس وقت

ملکہ کی شاہی سواری دریائے نیل کی سیر سے واپس محل میں پہنچی تو شارمین نے دیکھ لیا تھا کہ ملکہ اپنے بچے کے لیے بے حد غمگین ہے۔ رجال کے بیٹے عبر کے ساتھ ملکہ کی گفتگو اس نے بھی سنی تھی اور ملکہ کی اداسی کو بھی خاص طور پر محسوس کیا تھا مگر وہ خاموش رہی تھی۔ اس لیے کہ اسے اندیشہ تھا کہ ملکہ نفریتی بچے کے بارے میں گفتگو چھیڑنے سے اور پریشان نہ ہو جائے۔ محل میں آنے کے بعد ملکہ نے خواب گاہ میں سے تمام کنیزوں کو چلے جانے کا حکم دیا اور خود آرام دہ مسہری پر لیٹ گئی۔ جب تمام کنیزیں چلی گئیں اور خواب گاہ بالکل خالی ہو گئی تو ملکہ نے شارمین سے کہا:

"شارمین"۔

"حکم ملکہ عالیہ"۔

"تم نے اس لڑکے کو دیکھا تھا جو ہماری سواری کی جھلک دیکھنے

دریا کے کنارے آ گیا تھا؟"

"دیکھا تھا ملکہ عالیہ"۔

"اس کی شکل وصورت کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

شارمین نے عنبر کو بڑے غور سے دیکھا تھا اور کچھ اندازہ لگایا تھا کہ اس کی شکل شہزادے سے ملتی جلتی ہے۔ لیکن چونکہ اسے یقین نہیں تھا اس لیے وہ ملکہ کے آگے حامی نہیں بھر سکتی تھی۔ اسے اپنی ملکہ کی صحت کا بھی بہت خیال تھا۔ وہ یہ کبھی برداشت نہیں کر سکتی تھی کہ اس کی ملکہ ایک ایسے لڑکے کے لیے پریشان ہو جو ہو سکتا ہے شہزادہ نہ ہو، چنانچہ اس نے بڑی عقل مندی سے کہا:

"شکل وصورت بھولی بھالی تھی ملکہ عالیہ اس کی"۔

ملکہ نے سفید شاہین کے پروں والے پنکھے کو پرے پھینکتے ہوئے کہا:

"ہمارا مطلب یہ نہیں شارمین' ہم تم سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ اس لڑکے کی شکل ہمارے بچے تو نہیں ملتی تھی؟"۔

"نہیں ملکہ عالیہ' مجھے تو محسوس نہیں ہوا"۔

ملکہ افریقی نے سرد آہ بھر کر کہا:

"پھر اس لڑکے کو دیکھ کر ہمارے دل پر ہاتھ کیوں پڑا تھا؟ ہمارے خون نے جوش کیوں مارا تھا؟"

شارمین نے جلدی سے کہا:

"یہ آپ کا وہم ہے ملکہ عالیہ' چونکہ آپ ہر وقت بچے کی یاد میں گم رہتی ہیں"۔

"تو پھر میرا بچہ کہاں ہے؟ مجھے بتاؤ شرمین' میرا ننھا شہزادہ کس کے گھر میں پرورش پا رہا ہے؟ اب تو وہ بڑا ہو گیا ہوگا۔ اس کی آنکھیں بھی تو نیلی تھیں"۔

"بجا ہے ملکہ عالیہ' شہزادے کی آنکھیں نیلی تھیں۔ مگر ہر نیلی آنکھوں والا بچہ تو شہزادہ نہیں ہو سکتا"۔

"لیکن میرا شہزادہ کیوں نہیں مل رہا؟ میں اس کی یاد میں چودہ برس سے تڑپ رہی ہوں۔ ابھی کتنی دیر مجھے اور تڑپنا ہوگا شارمین؟"

شارمین نے بڑے ادب سے کہا:

"رب عظیم پر بھروسہ رکھیں ملکہ عالیہ' ننھا شہزادہ ایک دن ضرور آپ کے پاس آجائے گا"۔

"مگر وہ دن کب آئے گا شارمین؟"

"رب عظیم نے چاہا تو بہت جلد وہ دن آجائے گا"۔

ملکہ نفریتی نے غم سے بوجھل سر نرم تکیوں پر رکھ دیا اور آنکھیں بند کرلیں۔ شارمین نے بلور کی صراحی میں سے ٹیلوس کے سچے گلاب کے پھولوں کا عرق نکال کر ملکہ عالیہ کے پاؤں پر لگایا اور مور کے

پروں کے پنکھے سے ہوا کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد جب ملکہ طبیعت سنبھلی تو اس نے شارمین کو دیکھ کر کہا:

"شارمین' تم میری بڑی ہی وفادار اور راز دار کنیز ہو اس وقت میں تم سے ملکہ بن کر نہیں بلکہ ایک بچھڑے ہوئے بچے کی ماں بن کر کہہ رہی ہوں کہ مجھے میرا شہزادہ ملا دو۔ اب میں اس کی جدائی میں زیادہ دیر زندہ نہیں رہ سکتی"۔

شارمین نے تسلی دیتے ہوئے کہا:

"گھبرایئے نہیں ملکہ عالیہ' شہزادہ بہت جلد آپ کو مل جائے گا۔ میرا دل کہہ رہا ہے کہ وہ آپ کے پاس آنے ہی والا ہے"۔

ملکہ نے ایک بار پھر آنکھیں بند کرلیں۔ وہ اپنی کنیز شارمین سے اس قسم کی تسلی کی باتیں چودہ برس سے سن رہی تھی۔ اب اس کا دل صبر سے بھر گیا تھا۔ اچانک اس نے آنکھیں کھول کر کہا:

"دریا کنارے اناطول درویش رہتا ہے۔ اس نے ایک بار کہا تھا
کہ شہزادہ زندہ ہے اور ایک نہ ایک دن مجھے ضرور مل جائے گا۔ میں
اس کے پاس جا کر ایک بار پھر پوچھنا چاہتی ہوں کہ میرے جگر کا ٹکڑا
مجھے کب آن ملے گا"۔

شارمین نے کہا:

"مگر ملکہ عالیہ! آپ کا وہاں جانا مناسب معلوم نہیں ہوتا"۔

"میں وہاں ضرور جاؤں گی۔ اگر تم میرے ساتھ نہیں جاؤ گی تو
میں اکیلی اپنے بچے کے لیے جاؤں گی"۔

شارمین نے ادب سے سر جھکا کر کہا:

"جو حکم ملکہ سلامت! میں آپ کے ساتھ چلوں گی"۔

شارمین نہیں چاہتی تھی کہ ملکہ اناطول درویش کے پاس جانے کا
خطرہ مول لے۔ کیونکہ اگر فرعون کو معلوم ہو گیا تو وہ ملکہ کے ساتھ

ساتھ شارمین کی بھی گردن اڑا سکتا تھا۔ مگر وہ ملکہ کے حکم کے آگے بھی
سر نہ اٹھا سکتی تھی۔ مجبوراً اسے ہاں کرنی پڑی۔ اس لیے کہ ملکہ ایک
ماں بھی تھی اور ماں اپنے گم شدہ بچے کو تلاش کرنے کے لیے کچھ نہیں کر
سکتی۔

"ہم آج ہی رات اناطول درویش کے پاس چلیں گے"۔

"جو حکم ملکہ عالیہ"۔

آدھی رات کو ملکہ اور کنیز شارمین نے سیاہ لبادے سر سے پاؤں
تک اوڑھے اور خواب گاہ سے نکل کر ایک خفیہ راستے سے ہوتی
ہوئیں محل سے باہر نکل آئیں۔ یہاں ایک حبشی پہریدار دو سیاہ عربی
گھوڑے لیے ان کا انتظار کر رہا تھا۔ جونہی ملکہ اور شارمین محل سے
باہر نکلیں، حبشی نے سر جھکا دیا۔ وہ گھوڑے پر سوار ہوئیں اور آدھی
رات کے اندھیرے میں دریائے نیل کی طرف روانہ ہو گئیں۔

حبشی محافظ ان کے پیچھے پیچھے گھوڑے پر چلا آ رہا تھا۔ اس حبشی
پہریدار کو کافی انعام دے کر شارمین نے اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ اسے
صرف یہی بتایا گیا تھا کہ ملکہ کو سر درد رہتا ہے جس کا دم کروانے وہ
درویش اناطول کے پاس جا رہی ہیں۔ ملکہ اور شارمین کے سیاہ عربی
گھوڑے ہوا سے باتیں کرتے جا رہے تھے۔ وہ بہت جلد دریائے
نیل کے کنارے انجیر کے درختوں کے جھنڈوں کے پاس پہنچ گئیں۔
انہوں نے ذرا فاصلے پر گھوڑے حبشی محافظ کے حوالے کیے اور
جھونپڑی کی طرف بڑھیں۔ اس وقت درویش اناطول اپنی جھونپڑی
میں بیٹھا خدا کی عبادت کر رہا تھا۔ اناطول ایک بڑا پرہیزگار، عبادت
گزار اور نیک درویش تھا۔ اسے دنیا کا کوئی لالچ نہیں تھا۔ اسے
صرف خدا اور اس کی مخلوق سے پیار تھا اور ان کے دکھوں میں کام
آنے کے لیے ہر وقت تیار رہتا تھا۔ اتنے میں ملکہ نفریتی اور شارمین

جھونپڑی کے دروازے پر پہنچ گئیں۔ انہوں نے درویش اناطول کو
عبادت کرتے دیکھا تو زمین پر دو زانو جھک کر ادب سے بیٹھ گئیں۔
درویش ان کی آمد سے بالکل بے خبر اپنے خدا کی عبادت میں مصروف
رہا۔ پھر جب وہ فارغ ہوا تو اس نے پلٹ کر ملکہ اور شارمین کو دیکھا۔
اناطول درویش سمجھ گیا کہ وہ اس کے پاس کس لیے آئی ہیں۔
اس نے اسی وقت دل میں فیصلہ کر لیا کہ وہ ابھی ملکہ کو ہرگز نہیں بتائے
گا کہ اس کا بیٹا شہزادہ ایک محنت کش کے گھر عنبر کے نام سے پرورش پا
رہا ہے۔ اس لیے کہ اناطول اسے ابھی مناسب خیال نہیں کرتا تھا۔
اسے معلوم تھا کہ جب تک فرعون زندہ ہے عنبر کے راز کو ظاہر کرنا
خطرے سے خالی نہیں۔ کیونکہ ملکہ سے یہ راز چھپایا نہیں جا سکے گا۔ وہ
ماں ہے۔ جذبات سے مغلوب ہو کر کسی نہ کسی کو بتا دے گی کہ اس کا
بچہ اسے واپس مل گیا ہے اور پھر فرعون شہزادے کو فوراً قتل کروا دے گا،

چنانچہ درویش اناطول نے ملکہ کی طرف دیکھ کر کہا:

''خوش آمدید ملکہ عالیہ''۔

ملکہ اور شارمین نے جھک کر آداب کیا اور کہا:

''اے خدارسیدہ بزرگ! میں تمہارے پاس اپنے دل کے غم کو دور کرنے آئی ہوں''۔

درویش نے کہا:

''ملکہ! اگر میرے اختیار میں ہوا تو میں ضرور تمہاری خدمت کروں گا۔ مجھے تو انسانوں کی خدمت کر کے ہمیشہ خوشی ہوئی ہے۔ کہو تم کیا سوال لے کر اس فقیر کی جھونپڑی میں آئی ہو؟''۔

ملکہ نے سرد آہ بھر کر کہا:

''اے خدارسیدہ درویش! آپ نے ایک بار کہا تھا کہ میرا بچہ زندہ ہے اور وہ مجھے ایک نہ ایک دن ضرور مل جائے گا''۔

''ہاں! میں نے کہا تھا''۔

''کل میں اپنے شاہی بجرے میں بیٹھی دریا کی سیر کر رہی تھی کہ میں نے ایک چودہ پندرہ برس کے لڑکے کو دیکھا۔ اس کی آنکھیں نیلی تھیں اور بال سیاہ تھے۔ اسے دیکھ کر میرے خون نے جوش مارا اور میری مامتا بیدار ہو گئی۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے وہ میرا شہزادہ ہے۔ اے نیک درویش، مجھے بتاؤ کہ وہ میرا بیٹا تو نہیں؟''۔

درویش اناطول کو اچھی طرح معلوم تھا کہ وہی ملکہ کا بیٹا ہے۔ وہی ملکہ مصر کا شہزادہ ہے۔ لیکن وہ ابھی اس راز کو راز ہی رکھنا چاہتا تھا۔ اس میں خدا کی مرضی بھی تھی اور اسی میں ملکہ مصر، شہزادہ اور عنبر کے ماں باپ کی بھلائی تھی۔ اس نے کہا:

''میں ابھی عالم جذب میں جا کر تمہیں بتاتا ہوں''۔

اس کے ساتھ ہی اناطول درویش نے آنکھیں بند کر لیں اور جیسے

عالم جذب میں گم ہو گیا۔ کافی دیر آنکھیں بند کیے سر جھکائے رکھنے
کے بعد اس نے آنکھیں کھول دیں۔ ملکہ نے بے تابی سے پوچھا:

''کیا حکم ہوا اے نیک دل انسان؟''

درویش نے گہری اور پر اسرار آواز میں کہا:

''ابھی تمہارا شہزادہ تمہیں نہیں ملے گا، تمہیں کچھ عرصہ اور انتظار
کرنا پڑے گا''۔

ملکہ کا چہرہ اتر گیا۔ اس نے ہاتھ باندھ کر کہا:

''حضور اتنا فرما دیجیے کہ کیا میرا شہزادہ زندہ سلامت ہے؟''

درویش اناطول نے ایک بار پھر آنکھیں بند کر لیں۔ تھوڑی دیر
منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑانے کے بعد آنکھیں کھول کر کہا:

''ہاں ملکہ عالیہ! تمہارا شہزادہ زندہ ہے اور بڑی اچھی جگہ پر
پرورش پا رہا ہے''۔

ملکہ کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

''وہ کہاں ہے حضور؟''

''یہ بتانے کا مجھے رب عظیم کی طرف سے حکم نہیں ہے ملکہ! اتنا
ضرور کہوں گا کہ وہ تمہیں مل جائے گا اور ماں کا کلیجہ بیٹے کے ملاپ
سے ٹھنڈا ہو جائے گا''۔

ملکہ نفریتی نے سانس بھر کر اداس آواز میں پوچھا:

''ابھی بد نصیب ماں کو کتنا انتظار کرنا ہو گا حضور؟''

''بہت تھوڑا عرصہ ملکہ، بہت تھوڑا عرصہ''۔

شارمین نے آہستہ سے ملکہ کے کان میں کہا کہ کوئی دم میں دن کا
اجالا پھیلنے والا ہے۔ اس لیے انہیں جلدی واپس محل پہنچ جانا چاہیے۔
ملکہ نے سونے کے سکوں سے بھری ہوئی تھیلی درویش کے قدموں
میں رکھ کر کہا:

"یہ ایک حقیر نذر ہے حضور"۔

درویش اناطول نے سونے کے سکوں کی تھیلی کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"اسے اپنے ساتھ ہی لے جاؤ ملکہ! ہمارے لیے سونا اور مٹی ایک برابر ہے"۔

ملکہ نے ہاتھ باندھ کر کہا:

"حضور! گستاخی معاف! یہ میں اپنی خوشی سے دے رہی ہوں"۔

درویش نے ذرا تلخ لہجے میں کہا:

"تم اپنی خوشی کے لیے ہمارے ساتھ زیادتی نہیں کر سکتیں ملکہ! اس مٹی کی تھیلی کو یہاں سے اٹھا کر واپس محل میں لے جاؤ۔ یہ سونے کے سانپ محل کے اندر ہی پھنکارتے اچھے لگتے ہیں"۔

ملکہ نے شارمین کو اشارہ کیا۔ اس نے سونے کی تھیلی اٹھا لی۔ ملکہ

نفریتی نے ہاتھ باندھ کر ادب سے سلام کیا اور جھونپڑی سے باہر نکل آئی۔ کچھ دور انجیر کے درختوں تلے حبشی غلام سیاہ گھوڑے لیے ان کا انتظار کر رہا تھا۔ شارمین نے ٹھیک کہا تھا۔ آسمان پر دن کا اجالا پھیلنے والا تھا اور انہیں بہت جلد واپس محل میں پہنچ جانا چاہیے تھا۔ وہ گھوڑے پر سوار ہوئیں اور گھوڑوں کی باگیں ڈھیلی چھوڑ دیں۔

عربی گھوڑے محل کی طرف بھاگنے لگے۔

پراسرار ملاقات

ملکہ کے جانے کے بعد درویش اناطول فکر مند ہو گیا۔

چودہ برس کے طویل انتظار کے بعد ملکہ مصر ایک ماں کی طرح آج پہلی بار اپنے بچھڑے ہوئے بچے کے لیے پریشان ہوئی تھی اور اس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں تھی کہ اس نے دریائے نیل کے کنارے عنبر کو دیکھ لیا تھا جو حقیقی معنوں میں اس کا بیٹا تھا۔ درویش اناطول نے محسوس کیا کہ ملکہ اب حد سے آگے گزر جائے گی۔ وہ ہر قیمت پر یہ معلوم کروانے کی کوشش کرے گی کہ عنبر کون ہے اور رجال

کے گھر میں وہ کیسے آیا تھا؟ اس کا مطلب یہ تھا کہ اگر وہ اس راز پر سے پردہ اٹھانے میں کامیاب ہوگئی تو وہ عنبر کو حاصل کرلے گی۔ ہو سکتا ہے وہ اسے اپنے ساتھ محل میں لے جائے اور خفیہ طور پر اس کی پرورش کرے۔ لیکن فرعون کا محل اس کے جاسوسوں سے بھرا ہوا تھا۔ یہ بات وہاں کسی سے بھی چھپی نہیں رہ سکتی تھی۔ جوں ہی فرعون کو پتا چلا کہ اس کی جان کا دشمن شہزادہ اس کے محل کے اندر ہی پروان چڑھ رہا ہے تو وہ اسے ہلاک کروادے گا اور ہو سکتا ہے کہ وہ رجال اور اس کی ادھیڑ عمر بیوی کو بھی قتل کروادے۔

رجال یہ سوچ کر پریشان ہو گیا۔ فرعون کی موت تک اس راز کو چھپائے رکھنا بہت ضروری تھا۔ رجال کو معلوم تھا کہ ملکہ اب رجال کے گھر جا کر عنبر سے باتیں کرنے اور تحقیقات کرنے کی کوشش ضرور کرے گی۔ اس نے فیصلہ کرلیا کہ وہ رجال سے مل کر اسے ساری

صورت حال سے آگاہ کر دے گا۔ وہ دن چڑھنے کا انتظار کرنے لگا۔ جب سورج کافی نکل آیا اور اسے یقین ہو گیا کہ رجال اہرام مصر پہنچ چکا ہو گا تو وہ جھونپڑی سے روانہ ہو گیا۔

گرمی صبح ہی سے پڑنے لگی تھی اور مصر کے صحرا کے سورج میں تپش تھی۔ مگر درویش اناطول اس تپش کا عادی تھا۔ ایک گھنٹے کی مسافت کے بعد وہ اس جگہ پہنچ گیا جہاں رجال اہرام مصر کی تعمیر کا کام کر رہا تھا۔ اس نے ایک غلام کے ہاتھ پیغام بھجوایا تو رجال کپڑے سے ہاتھ پونچھتا ہوا اہرام کے غار سے باہر آ گیا۔ وہ اپنے سامنے درویش اناطول کو دیکھ کر بولا:

"آپ نے کیوں تکلیف فرمائی۔ مجھے حکم کر دیتے، میں خود آپ کے ہاں حاضر ہو جاتا"۔

درویش نے کہا۔

"رجال کام ہی ایسا تھا کہ ہمیں خود تمہارے پاس آنا پڑا۔ میں چاہتا ہوں کہ ہم کھجوروں کے سائے میں بیٹھ کر بات کریں"۔

"جیسے آپ فرمائیں"۔

وہ دونوں قریب ہی کھجوروں کی ٹھنڈی چھاؤں میں بیٹھ گئے اور باتیں کرنے لگے۔ رجال کو معلوم تھا کہ اناطول عنبر کے بارے میں سب کچھ جانتا ہے۔ درویش اناطول نے بیٹھتے ہی کہا۔

"میرے پاس رات ملکہ مصر آئی تھیں"۔

رجال چونک اٹھا:

"کیا فرمایا سرکار؟ ملکہ مصر نفریتی آپ کے پاس تشریف لائی تھیں؟"۔

"ہاں رجال، میری بات غور سے سنو"۔

رجال ہمہ تن گوش ہو کر بیٹھ گیا۔ درویش اناطول نے کہا:

"میں جانتا ہوں، عنبر سے تم کو اپنے حقیقی بیٹے کی طرح پیار ہے اور تم اس کی جدائی گوارا نہیں کر سکتے"۔

"حضور! میں نے عنبر کو اپنا بیٹا سمجھ کر پالا ہے۔ اگر اسے کچھ ہو گیا تو میرے سر پر قیامت ٹوٹ پڑے گی"۔

"اسی لیے تو میں خود چل کر تمہارے پاس آیا ہوں۔ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اسے غور سے سنو۔ ملکہ نفریتی نے جب سے عنبر کو دیکھا ہے اسے شک ہو گیا ہے کہ وہی اس کا بیٹا ہے اور اب وہ ہر ممکن طریقے سے عنبر کے بارے میں تحقیق کرنے کے بعد اسے حاصل کرنے کی کوشش کرے گی اور یہ تم بھی جانتے ہو کہ جب کسی ملک کی ملکہ کوئی کوشش کرے تو وہ ضرور کامیاب ہو جاتی ہے"۔

رجال نے پریشان ہو کر کہا:

"مگر حضور! میں اور عنبر کی ماں بچے کی جدائی گوارا نہیں کر سکتے"۔

"تم جدائی کو رو رہے ہو رجال۔ مجھے عنبر اور تم دونوں میاں بیوی کی زندگی خطرے میں محسوس ہو رہی ہے"۔

رجال چونک پڑا۔

"وہ کیسے حضور؟"

"وہ ایسے کہ اگر ملکہ نفریتی کو پتا چل گیا کہ عنبر ہی اس کا بیٹا ہے تو وہ اسے تمہارے گھر سے لے جائے گی۔ وہ اسے اپنی آنکھوں کے سامنے رکھے گی۔ عنبر شاہی محل میں رہے گا اور شاہی میں یہ راز زیادہ دیر تک راز نہ رہ سکے گا کہ عنبر فرعون کا بیٹا ہے اور فرعون کے بیٹے کے بارے میں سب کو علم ہے کہ نجومیوں کی پیش گوئی کے مطابق وہ اپنے باپ کو قتل کر دے گا۔ پس فرعون یہ کیسے گوارا کرے گا کہ اس کا قاتل اس کی گود میں پروان چڑھے۔ وہ عنبر کے ساتھ ان لوگوں کو بھی تیروں سے چھلنی کروا دے گا جنہوں نے عنبر کی پرورش کی تھی"۔

رجال نے کانپتی ہوئی آواز میں پوچھا:

"آپ صحیح فرما رہے ہیں میرے آقا۔ اب اس کا کچھ علاج بھی فرمایئے، میں کیا کروں؟"۔

درویش اناطول سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اس نے نظریں اٹھا کر کہا:

"اس مشکل مسئلے کا ایک ہی حل ہے اور وہ یہ کہ تم کسی نہ کسی طرح کچھ عرصے کے لیے عنبر کو اپنی بہن کے ہاں ملک شام بھجوا دو۔ جب حالات موافق ہو جائیں گے تو اسے واپس بلا لینا"۔

"بہت بہتر حضور، میں ایسا ہی کرتا ہوں"۔

"ایک بات کا دھیان رکھنا۔ اگر تم سے کوئی بھی پوچھے کہ عنبر کہاں ہے تو تم نے یہی مشورہ کر دینا ہے کہ وہ تم کو چھوڑ کر خدا جانے کہاں چلا گیا ہے بلکہ کچھ روز تم نے اس کے غم میں جھوٹ موٹ بیمار بھی پڑ جانا

ہے"۔

"ایسا ہی ہوگا میرے آقا"۔

"بس مجھے یہی کہنا تھا۔ اب میں جاتا ہوں تم کل ہی عنبر کو شام کی طرف روانہ کر دو اور اس کے جاتے ہی مشہور کر دو کہ عنبر تمہیں چھوڑ کر گھر سے بھاگ گیا ہے"۔

"بہتر حضور"۔

اس کے بعد درویش اناطول واپس اپنی جھونپڑی کی طرف روانہ ہو گیا۔

رجال نے اسی وقت درویش اناطول کی تجویز پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ عنبر اس کے ساتھ ہی اہرام کے سب سے نچلے غار میں کام کر رہا تھا۔ وہ نیچے آیا تو عنبر نے پوچھا:

"ابا جان! اوپر کس سے باتیں کر رہے تھے؟"

رجال نے اصل بات چھپاتے ہوئے کہا:

''شاہی محل سے ایک ہرکارہ یہ کہنے آیا تھا کہ سنگ مرمر کا چبوترہ زیادہ اونچا نہ بنایا جائے۔ میں اس سے چبوترے کی نئی پیمائش لے رہا تھا''۔

عنبر نے سنگ مرمر پر چھینی چلاتے ہوئے کہا:

''ان بادشاہوں کے سر میں کیا سودا سما گیا ہے کہ وہ مرنے کے بعد بھی زندہ رہیں گے۔ چبوترہ اگر زیادہ اونچا نہیں ہوگا تو بھلا اس سے کیا فرق پڑے گا''۔

رجال نے کہا:

''ایسا نہ کہو بیٹے' ہم بادشاہ کے غلام ہیں۔ ہمیں جو حکم ملے اس پر عمل کرنا ہے' بس''۔

شام کو کام سے فارغ ہو کر دونوں باپ بیٹا اور غلام پولکا گھر پہنچے تو

کھانا تیار تھا۔ پولکا نے سونگھتے ہوئے کہا:

''اماں آج معلوم ہوتا ہے مگرمچھ پکایا ہے''۔

عنبر کی ماں نے لکڑی کی ڈوئی اس کے ہاتھ پر مار کر کہا:

''کبھی زبان کو بند بھی رکھا کرو پولکا۔ آج تو میں نے مرغابی چاول بنائے ہیں''۔

''رب عظیم کی قسم مرغابی چاول تو میرا من بھاتا کھاجا ہے''۔

غلام پولکا نے خوش ہو کر کہا:

کھانے کے بعد غلام پولکا انگوروں کی گوڈی کرنے چلا گیا۔

رجال نے ساری بات اپنی بیوی کو بتا دی۔ وہ پہلے تو بڑی پریشانی ہوئی۔ پھر اس نے بھی درویش اناطول کی تجویز کو پسند کرتے ہوئے کہا:

''ہمیں عنبر کو جلد سے جلد شام کی طرف روانہ کر دینا چاہیے''۔

"میں آج ہی عنبر سے بات کروں گا۔ وہ بھی کئی دن سے کہہ رہا ہے کہ میں کام کرتے کرتے تھک گیا ہوں"۔

رات کو جب باپ سونے لگے تو رجال نے عنبر سے بات شروع کر دی۔ اس نے اسے کہا کہ وہ چاہتا ہے عنبر کچھ دیر کے لیے ہوا بدلی کے واسطے اس کی بہن کے پاس ملک شام چلا جائے۔ عنبر نے خوش ہو کر کہا۔

"ابا جان! آپ نے تو میرے دل کی بات کہہ دی۔ میں تو کئی روز سے چاہ رہا تھا کہ کہیں سیر و تفریح کے لیے نکل جاؤں۔ اہرام کے ٹھنڈے نم آلود غاروں نے میرا ناک میں دم کر دیا ہے"۔

"تو پھر بیٹا عنبر میری طرف سے بے شک تم صبح ہی سفر پر روانہ ہو جاؤ۔ تم چاہو تو یوناکا تمہیں چھوڑ کر واپس آ جائے گا"۔

"مگر ابا جان! آپ اکیلے کیسے کام کریں گے؟"۔

"تم میری فکر نہ کرو بیٹے، کام تو ہوتا ہی رہتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہاری صحت پر کام کا برا اثر نہ پڑے۔ کچھ عرصہ شام میں رہ کر تم پھر سے تروتازہ اور شگفتہ ہو جاؤ گے۔ میں بہن کے نام ایک خط تمہیں ساتھ کر دوں گا"۔

"ٹھیک ہے ابا جان! میں کل صبح سفر پر روانہ ہو جاؤں گا"۔

رجال نے رب عظیم کا شکریہ ادا کیا کہ اتنا مشکل مرحلہ اتنی آسانی سے طے ہو گیا تھا۔ اسے عنبر کی ضدی عادت سے ڈر تھا کہ کہیں وہ انکار نہ کر دے۔ مگر اس نے تو خوشی کا اظہار کیا تھا اور کل صبح وہ سفر پر روانہ بھی ہو رہا تھا۔ رجال کو یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کے سینے پر سے پتھر کی بھاری سل اٹھا کر پھینک دی ہے۔ اب وہ عنبر کی زندگی کی طرف سے مطمئن تھا۔ یہ اس کی قسمت تھی کہ رب عظیم نے اسے ایک ایسے بیٹے کا باپ بنا دیا تھا جو اس کا بیٹا نہیں تھا بلکہ فرعون مصر کی

اولاد تھی اور بادشاہوں کی سازشوں سے وہ پوری طرح واقف تھا۔ شاہی محلوں میں باپ یا بیٹے کو زہر دے کر ہلاک کر دینا کوئی انوکھی بات نہیں تھی۔ لیکن رجال ایک محنت کش انسان تھا۔ ایک غریب مزدور تھا۔ اس کی زندگی کی ساری کمائی اولاد کی محبت تھی۔ وہ اولاد کا غم برداشت ہی نہیں کر سکتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ عنبر کو ملک شام کی طرف بھجوانے کے فیصلے سے بہت خوش تھا۔

دوسری جانب عنبر بھی خلاف توقع سفر پر روانہ ہونے کو بے تاب تھا۔

وہ منہ اندھیرے ہی اٹھ بیٹھا اور سفر کی تیاریاں کرنے لگا۔ پولکا بھی آنکھیں ملتا ہوا جاگ پڑا۔ وہ زیادہ دیر تک سوئے رہنے کا عادی تھا اور جلدی جگا دیے جانے پر بڑبڑ کر رہا تھا۔ اس نے کہا:

”میرے آقا! کیا یہ سفر کل شام تک کے لیے ملتوی نہیں

ہو سکتا؟“

رجال نے اسے ڈانٹ کر کہا:

”بکواس بند کرو پولکا“۔

پولکا دبک کر خاموش ہو گیا۔ رجال تو یہ کبھی گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ عنبر کے ذہن میں ایک پل کے لیے بھی سفر کو ملتوی کر دینے کا خیال پیدا ہو۔ رب عظیم کا شکر تھا کہ وہ بڑے انہماک سے تیاریوں میں لگا ہوا تھا۔ عنبر کی ماں نے اس کے کپڑے ایک تھیلے میں رکھ دیے۔ راستے کے لیے اسے بطخ کا بھنا ہوا گوشت ساتھ کر دیا۔ پولکا گھوڑوں کو چارہ ڈال کر ان کی مالش کر رہا تھا اور بڑبڑائے جا رہا تھا۔

سورج نکلنے سے پہلے پہلے دونوں گھوڑے تیار کھڑے تھے۔

باپ نے عنبر کو سینے سے لگایا۔ ماں نے سر پر ہاتھ پھیر کر ماتھا چوما اور کہا:

"بیٹے! رب عظیم تمہارا سفر حفاظت سے طے کرائے"۔

"بیٹا! راستے میں پڑاؤ کرتے جانا"۔

"فکر نہ کریں ابا جان! میں بڑے آرام سے شام پہنچ جاؤں گا"۔

رجال نے پولکا کے کان کھینچ کر کہا:

"پولکا! عنبر کی حفاظت اور آرام کا خاص خیال رکھنا اور منزل پر پہنچا کر فوراً واپس آ کر ہمیں خیریت کی اطلاع دینا"۔

"جو حکم میرے آقا! مگر برائے مہربانی میرے کان چھوڑ دیجئے"۔

عنبر نے گھوڑے پر سوار ہو کر کہا:

"خدا حافظ ابا جان! خدا حافظ امی جان"۔

"خدا حافظ بیٹے"۔

عنبر اور پولکا نے گھوڑوں کو ایڑ لگائی اور دونوں تازہ دم گھوڑے

خوشی سے ہنہناتے ہوئے ملک شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ رجال اور اس کی بیوی عنبر کو اس وقت تک دیکھتے رہے جب تک کہ وہ انہیں نظر آتا رہا۔ آخر جب دونوں گھوڑے ریت کے ٹیلوں کے پیچھے غائب ہو گئے تو وہ مکان کے اندر آ گئے۔ رجال نے سکھ کا گہرا سانس لیتے ہوئے کہا:

"عنبر ایک بہت بڑی آفت سے محفوظ ہو گیا ہے۔ اب ہمیں ہر ایک کو یہی بتانا ہے کہ عنبر کسی بات سے ناراض ہو کر گھر چھوڑ چلا گیا ہے اور پولکا کو ہم نے اس کی تلاش میں روانہ کیا ہے"۔

"ایسا ہی ہو گا"۔

اس روز رجال جھوٹ موٹ بہانہ بنا کر عنبر کے غم میں بستر پر لیٹ گیا۔ سارے محلے میں یہ بات مشہور کر دی گئی کہ عنبر کسی بات پر جھگڑ کر باپ سے ناراض ہو کر گھر سے چلا گیا ہے۔ لوگوں نے رجال کے

گھر آ کر اس سے ہمدردی کا اظہار کیا اور تسلی دی کہ رب عظیم اس کے بچھڑے ہوئے بیٹے کو جلد ملا دے گا۔ رجال نے بڑی اچھی اداکاری کی اور وہ ہمسایوں کے سامنے جھوٹے آنسو بھی بہاتا رہا۔ جب سب لوگ اور عورتیں چلی گئیں تو دونوں میاں بیوی مسکراتے ہوئے بستروں سے اٹھ کر باورچی خانے میں گئے اور جی بھر کر کھانا کھا کر سو گئے۔

آدھی رات گزر چکی تھی کہ رجال کی آنکھ کھل گئی۔ اسے یوں لگا جیسے کوئی دروازے پر دستک دے رہا ہے۔ اس نے بیوی کو جگانا مناسب نہ سمجھا اور خود اٹھ کر مکان کی ڈیوڑھی میں آ کر بولا:

''کون ہے باہر؟''

باہر سے کسی عورت کی آواز آئی:

''دروازہ کھولو! ایک ضروری بات کرنی ہے''۔

رجال کا دل دھڑک اٹھا کہ آدھی رات کو یہ عورت کون اس سے ملنے آئی ہے۔ اس نے دروازہ کھولا تو ایک عورت جس کا رنگ گورا تھا اور سر سے پاؤں تک سیاہ لبادے میں لپٹی ہوئی تھی اندر آ گئی۔ رجال نے اسے کمرے میں لے جا کر کھجور کے مونڈھے پر بٹھایا اور کہا:

''محترم بہن! آپ نے آدھی رات کے وقت اتنی تکلیف کیوں اٹھائی؟''۔

یہ پر اسرار سیاہ لبادے میں لپٹی ہوئی عورت جو رات کے اندھیرے میں رجال کے گھر آئی تھی، ملکہ مصر نفریتی کی خاص کنیز شارمین تھی۔ ملکہ نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ عنبر کو رات کے وقت خفیہ طور پر اپنے محل میں بلائے گی اور پوچھے گی کہ وہ کون ہے اور رجال کے گھر کیسے آیا تھا۔ لیکن اسے شام ہی کو معلوم ہو گیا کہ عنبر گھر چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔ ایک لمحے کے لیے اسے خیال آیا کہ شاید رجال نے جان

بوجھ کر اسے بھگا دیا ہے۔ مگر اس کے جاسوس حبشی نے آ کر اطلاع کی
کہ عنبر کے باپ کا غم سے برا حال ہے اور وہ بستر پر بیمار پڑا ہے۔ ملکہ
نے رات کو حبشی غلام کے ہمراہ شارمین کو صحیح صورت حال معلوم
کرانے کے لیے رجال کے گھر بھیجا تھا۔

شارمین نے مونڈھے پر بیٹھتے ہی کہا:

”سنو رجال! میں ملکہ مصر نفریتی کی طرف سے تمہارے پاس یہ
معلوم کرنے آئی ہوں کہ عنبر کہاں ہے؟“

رجال سر سے پاؤں تک کانپ گیا۔ جس کا اسے اندیشہ تھا وہی
بات ہو کر رہی تھی۔ اس نے رب عظیم کا شکر ادا کیا کہ عین وقت پر وہ
عنبر کو گھر سے بھگا چکا تھا۔ رجال نے آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا:

”نیک دل بہن! عنبر میرے دل پر جدائی کا داغ لگا کر گھر سے چلا
گیا ہے۔ وہ کام سے جی چرانے لگا تھا۔ پرسوں میں نے اسے سب

کے سامنے ڈانٹ دیا۔ بس اس کا اس نے برا مانا اور کل وہ گھر سے فرار
ہو گیا۔ اس کے غم میں میرا اور اس کی ماں کا برا حال ہو رہا ہے“۔

شارمین کو یقین سا آ گیا کہ رجال سچ کہہ رہا ہے۔ اس نے
پوچھا:

”کیا تمہیں اندازہ ہے کہ عنبر بھاگ کر کدھر گیا ہو گا؟“

”میں کیا عرض کر سکتا ہوں اچھی بہن! میرا تو کوئی رشتے دار بھی
کہیں نہیں ہے۔ رب عظیم میرے لختِ جگر کو جلدی واپس لائے، نہیں
تو اس کی ماں تو غم سے مر جائے گی۔ مگر نیک دل بہن! ملکہ عالیہ نے
اس غریب کے بچے کو کس لیے یاد کیا تھا؟“

اب شارمین نے جھوٹ بولتے ہوئے کہا:

”سپہ سالار کو غصہ تھا کہ اس روز تمہارے بیٹے نے شاہی سواری
کے گزرنے کے وقت باہر نکل کر گستاخی کیوں کی۔ ملکہ کو معلوم ہوا کہ

سپہ سالار عنبر کو مروانا چاہتا ہے تو انہیں فکر ہوئی اور مجھے بھیجا کہ معلوم کروں کہ عنبر محفوظ ہے؟"۔

رجال سمجھ گیا کہ شارمین جھوٹ بول رہی ہے۔ وہ دونوں ہی جھوٹ بول رہے تھے۔ مگر دونوں ایک دوسرے کے جھوٹ سے بے خبر تھے۔ رجال نے شارمین سے کہا کہ وہ ملکہ عالیہ کا اس کی طرف سے شکریہ ادا کرے کہ انہوں نے اس کے بیٹے کا اتنا فکر کیا۔ پھر وہ رونے لگا۔ شارمین نے اسے تسلی دی اور جلدی سے باہر نکل گئی۔ کھجور کے درختوں تلے حبشی غلام گھوڑے لیے انتظار کر رہا تھا۔ شارمین گھوڑے پر سوار ہو کر رات کے اندھیرے میں گم ہو گئی۔ رجال نے بیوی کو جگا کر ساری بات بتائی تو اس نے بھی رب عظیم کا شکریہ ادا کیا کہ عنبر کی جان بچ گئی تھی اور وہ مصر سے نکل گیا تھا۔

شام کا سفر

ملکہ مصر کو عنبر کے گھر سے بھاگ جانے کا بڑا صدمہ ہوا۔ اس کا منصوبہ ناکام ہو گیا تھا۔ وہ عنبر کو اپنے شاہی محل میں بلا کر وہ نشانیاں دیکھنا چاہتی تھی جو اس کے ننھے بچے کے جسم پر تھیں۔ خاص طور پر وہ شاہی مہر کے بارے میں اس سے دریافت کرنا چاہتی تھی۔ مگر اس سے پہلے ہی عنبر گھر چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ ملکہ نفریتی کو اب یقین ہو گیا تھا کہ عنبر ہی اس کا بیٹا ہے۔ اس نے سوچا کہ کیوں نہ عنبر کے باپ رجال کو بلا کر پوچھے کہ یہ بچہ اس نے کہاں سے حاصل کیا تھا۔

اس خیال کے ساتھ ہی اس نے شارمین کو دوسری بار وہاں روانہ کیا اور تاکید کی کہ رجال کو ساتھ لے کر آئے۔ تھوڑی ہی دیر بعد رجال ملکہ کے محل میں اس کے حضور کھڑا تھا۔ ملکہ نے بڑی مروت سے کہا:

''رجال، ہم تم سے ایک نہایت راز کی بات پوچھنے والے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ تم ہم سے جھوٹ نہیں بولو گے''۔

''ضرور پوچھیے ملکہ عالیہ''۔

''یہ بتاؤ کہ عنبر تمہارا لڑکا ہے؟''

''ملکہ عالیہ، میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ عنبر میرا ہی بیٹا ہے۔ یہی ایک میری اولاد ہے۔ آج سے پندرہ برس پہلے وہ میرے ہاں پیدا ہوا تو میں نے دیوتاؤں کے حضور قربانی پیش کی''۔

''کیا تمہیں یقین ہے رجال کہ عنبر تمہارا ہی بیٹا ہے؟''۔

''مجھے بالکل اسی طرح یقین ہے ملکہ عالیہ جس طرح میں آپ

کے حضور کھڑا ہوں''۔

''تم جا سکتے ہو رجال''۔

رجال کے جانے کے بعد ملکہ کا دماغ دو قسم کے خیالات میں الجھ گیا۔ کبھی اسے خیال آتا کہ رجال جھوٹ بول رہا ہے اور عنبر اس کا بیٹا نہیں بلکہ مصر کا شہزادہ ہے اور کبھی اسے یہ وہم گھیر لیتا کہ ہوسکتا ہے کہ عنبر مصر کا شہزادہ نہ ہو۔ اس نے شارمین سے مشورہ طلب کیا۔ شارمین نے کہا:

''ملکہ عالیہ، اس کا فیصلہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ عنبر یہاں موجود ہو اور ہم اس کی نشانیاں دیکھیں۔ مجھے یاد ہے شہزادے کے دائیں بازو پر سیاہ تل کا نشان تھا''۔

''مگر عنبر تو مصر سے نکل چکا ہے۔ خود رجال کو معلوم نہیں کہ وہ کہاں چلا گیا ہے''۔

"ہو سکتا ہے رجال جھوٹ بول رہا ہو"۔

"یہ کیوں کر معلوم ہو؟"

وہ ابھی باتیں ہی کر رہی تھیں کہ ایک کنیز نے آ کر عرض کی کہ حبشی غلام زمرد شرف باریابی چاہتا ہے۔ ملکہ نے اسے اندر بھجوانے کا اشارہ کیا۔ زمرد حبشی ملکہ مصر کا خاص غلام تھا اور وہ اس کے لیے محل کے اندر جاسوسی کرتا تھا اور اسے دشمنوں کی سازشوں سے باخبر رکھتا تھا۔ ملکہ نے پہلے ہی روز سے حبشی زمرد کو عنبر کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے کام پر لگا رکھا تھا۔

زمرد حبشی نے اندر آ کر جھک کر سلام کیا اور ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا۔ ملکہ نے پوچھا:

"زمرد کیا خبر لائے؟"

زمرد حبشی بولا:

"ملکہ عالیہ کا اقبال بلند ہو میرے جاسوسوں نے خبر دی ہے کہ عنبر اس وقت ملک شام کی طرف سفر کر رہا ہے"۔

ملکہ نے بے تابی سے کہا:

"کیا یہ خبر سچی ہے زمرد؟"

"ملکہ عالیہ میری اطلاع کبھی غلط نہیں ہو سکتی"۔

ملکہ نے مسہری پر سے اٹھ کر کہا:

"زمرد فوراً اپنے ساتھ دو آدمی لے کر ملک شام کی طرف روانہ ہو جاؤ اور عنبر کو حاصل کر کے ہمارے حضور پیش کرو"۔

"جو حکم ملکہ عالیہ"۔

"اور سنو عنبر کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہو"۔

"بہتر ملکہ عالیہ"۔

زمرد حبشی نے جھک کر تین بار سلام کیا اور خواب گاہ سے باہر نکل

گیا۔ اس کے جاتے ہی ملکہ نے خوش ہو کر شارمین کی طرف دیکھا:

''شارمین، رب عظیم کی مرضی یہی ہے کہ مجھے میرا بچھڑا ہوا بچہ مل جائے''۔

''میرا بھی یہی خیال ہے ملکہ عالیہ، زمرد عنبر کو ضرور لے آئے گا''۔

''زمرد برق رفتار شاہی گھوڑوں پر سوار ہو کر تعاقب کرے گا وہ ضرور عنبر کو راستے میں پکڑ لے گا''۔

''رب عظیم نے چاہا تو ایسا ہی ہو گا''۔

زمرد حبشی نے فوراً شاہی اصطبل سے برق رفتار عربی گھوڑے نکلوا کر ان پر زین کسی۔ اپنے ساتھ دو آدمی لیے اور ملک شام کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ سارا دن گھوڑوں پر سفر کرتے رہے۔ شام کے وقت انہوں نے راستے میں ایک جگہ نہر کنارے پڑاؤ کیا اور گھوڑوں کو پانی پینے اور گھاس چرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ ایک پہر آرام کرنے کے

بعد وہ رات کے اندھیرے میں دوبارہ اپنے سفر پر روانہ ہو گئے۔ صحرا کے آسمان پر ستارے موتیوں کی طرح چمک رہے تھے اور ان کی ہلکی ہلکی روشنی میں صحرا کی ریت دھندلی دھندلی نظر آ رہی تھی۔ زمرد سارے راستوں سے باخبر تھا۔ وہ ان راستوں پر کئی بار سفر کر چکا تھا۔ عنبر اس سے ایک رات اور ایک دن آگے نکل چکا تھا۔ اس لیے وہ چاہتا تھا کہ آرام کیے بغیر سفر کر کے یہ فاصلہ پورا کرے اور عنبر کو شام پہنچنے سے پہلے ہی جا لے۔

اب ہم عنبر اور اس کے غلام پوکا کی طرف آتے ہیں۔

انہیں مصر کے صحراؤں میں سفر کرتے ہوئے ایک دن اور ایک رات ہو گئی تھی۔ پہلی رات انہوں نے بالکل آرام نہ کیا۔ وہ جلد از جلد مصر کی سرحدوں سے باہر نکل جانا چاہتے تھے۔ لیکن دوسری رات آئی تو وہ بے حد تھک چکے تھے۔ گھوڑوں کا بھی تھکن سے برا حال تھا۔ دور

ریت کے ٹیلوں کے درمیان انہیں روشنی ٹمٹماتی نظر آئی۔ پولکا نے کہا:

''میرے آقا' دن رات سفر کرتے کرتے تو میری کمر ٹوٹ گئی ہے کیوں نہ یہ رات کسی سرائے میں بسر کی جائے؟''۔

عنبر نے ریت کے ٹیلوں کی روشنی کی طرف دیکھ کر کہا:

''میں بھی تھک گیا ہوں۔ سامنے ضرور کسی سرائے کی روشنی ہے چل کر معلوم کرتے ہیں۔ اگر یہ سرائے ہوئی تو رات وہیں بسر کریں گے اور اگلی صبح سفر پر روانہ ہوں گے''۔

''رب عظیم' یہ روشنی سرائے کی ہو''۔

پولکا نے دعا مانگی اور عنبر کے پیچھے پیچھے گھوڑا آگے بڑھا دیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ ریتی کے اس ٹیلے کے پاس پہنچ چکے تھے جہاں روشنی ہو رہی تھی۔ کھجوروں کے درختوں میں گھری ہوئی یہ ایک پرانی سی عمارت تھی جس کے باہر طاق میں مشعل روشن تھی۔ عنبر اور پولکا نے

گھوڑے ایک درخت سے باندھے اور دروازے پر دستک دی۔ کئی بار دستک دینے کے بعد ایک بوڑھی عورت نے آنکھیں ملتے ہوئے دروازہ کھولا اور پوچھا:

''تم لوگ کون ہو جو آدھی رات کو میری نیند خراب کرنے آئے ہو؟''۔

عنبر نے کہا:

''اماں' ہم مسافر ہیں اور شام کی طرف سفر کر رہے ہیں۔ ہم رات بسر کرنا چاہتے ہیں''۔

پولکا نے پوچھا:

''اماں' کیا یہ سرائے ہے؟''

بوڑھی عورت نے کہا:

''یہ سرائے نہیں ہے۔ لیکن اگر تمہارے پاس مجھے انعام میں

دینے کے لیے سونے کے دو ٹکڑے ہیں تو تمہارے سونے کا اور تمہارے گھوڑوں کے لیے چارے کا بندوبست کر سکتی ہوں"۔

"ہم تمہیں سونے کے سکے ابھی دیے دیتے ہیں اماں، تم ہمارے لیے کھانے پینے، سونے اور ہمارے گھوڑوں کے لیے چارے کا انتظام کر دو"۔

"اندر آ جاؤ"۔ بوڑھی عورت نے کہا۔

عنبر اور اس کا غلام پوکا اس پرانی عمارت کی ڈیوڑھی میں داخل ہو گئے۔ یہاں بھی ایک طاق میں مشعل جل رہی تھی۔ بوڑھی عورت دونوں کو ایک کمرے میں لے گئی۔ جہاں زمین پر سوکھا گھاس بچھا ہوا تھا۔

"تم یہاں آرام کرو، میں تمہارے لیے کھانے کو کچھ لاتی ہوں"۔

"اور گھوڑوں کا کیا ہوگا؟" پوکا نے جھٹ پوچھا۔

"ان کا بندوبست بھی ہو جائے گا۔ پہلے تم تو کھا لو"۔

یہ کہہ کر بوڑھی عورت کمرے سے باہر نکل گئی۔ کمرے کے کونے میں ایک چھوٹی سی شمع تھی جس کی ہلکی ہلکی روشنی میں وہ کمرا بڑا پراسرار لگ رہا تھا۔ پوکا نے چاروں طرف ڈیلے گھما کر دیکھا:

"میرے آقا، مجھے تو یہ بھوتوں کا گھر معلوم ہوتا ہے اور یہ عورت بھوتوں کی ماں لگتی ہے"۔

"خاموش بھی رہا کرو احمق، ایک تو اس عورت نے ہمیں رات رہنے کو جگہ دی۔ ہمارے گھوڑوں کے لیے اور ہمارے کھانے پینے کا انتظام کیا اور اوپر سے تم اسے بھوتوں کی ماں کہہ رہے ہو"۔

"ہم نے اسے سونا بھی تو دیا ہے"۔

"پھر کیا ہوا۔ کیا تمہارا خیال ہے کہ اگر یہ عورت ہمیں اندر آنے

کی اجازت نہ دیتی تو تم سونا دے کر کچھ خرید سکتے تھے؟“۔

”تم کچھ بھی کہو میرے آقا‘ مجھے یہ عورت چڑیل معلوم ہوتی ہے“۔

وہ باتیں ہی کر رہے تھے کہ بوڑھی عورت ان کے لیے گرم دودھ اور جو کی روٹی لے کر آ گئی۔ انہوں نے روٹی دودھ کے ساتھ کھائی اور رب عظیم کا شکر ادا کیا۔ تھوڑی دیر وہ باتیں کرتے رہے اور پھر سو گئے۔ دو دن کے وہ تھکے ماندے تھے۔ ایسے سوئے کہ انہیں ہوش ہی نہ رہا۔

باہر کسی نے آہستہ سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ سرائے والی نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ باہر تین حبشی گھوڑوں پر سوار موجود تھے۔ پہلے تو وہ ڈر گئی۔ پھر حوصلہ کر کے بولی:

”تم لوگ کون ہو؟“

یہ زمرد حبشی اور اس کے ساتھی تھے جو عنبر کی تلاش میں اس سرائے تک پہنچ گئے تھے جہاں عنبر سو رہا تھا۔ اصل میں عنبر کی بھی دروازے کی آواز سے آنکھ کھل گئی تھی اور وہ ان دونوں کی باتیں غور سے سن رہا تھا۔ زمرد حبشی نے سرائے والی کو بتایا کہ وہ مسافر ہیں اور رات بسر کرنا چاہتے ہیں۔ سرائے کی مالک نے ان سے بھی سونے کے دو ٹکڑوں کا مطالبہ کیا۔ زمرد حبشی نے فوراً سونے کے دو ٹکڑے دے دیے۔ بوڑھی عورت انہیں لے کر عنبر کے ساتھ والے کمرے میں آ گئی۔ یہاں بھی فرش پر سوکھا ہوا گھاس بچھا تھا۔ زمرد حبشی نے بوڑھی عورت سے پوچھا۔

”اماں‘ کیا یہاں اس سے پہلے بھی کوئی مسافر آیا تھا؟“۔

سرائے والی نے بے دلی سے جواب دیا:

”مسافر تو یہاں آتے ہی رہتے ہیں۔ رات بہت ہو گئی ہے۔ تم

لوگ آرام کرو۔ ناشتہ صبح ہی ملے گا“۔

”کوئی بات نہیں اماں، ہم صبح کچھ کھا پی لیں گے۔ ہمیں بھوک بھی نہیں ہے“۔

بوڑھی عورت کمرے سے باہر نکل گئی۔ عنبر نے کمرے کے دروازے کے بند ہونے کی آواز سنی۔ اس کا یہی خیال تھا کہ وہ تین مسافر آ کر سرائے میں اترے ہیں۔ وہ آنکھیں بند کر کے سونے کی کوشش ہی کر رہا تھا کہ زمرد حبشی نے اپنے ساتھیوں سے باتیں شروع کر دیں۔ عنبر یوں ہی لیٹے لیٹے آنکھیں بند کیے ان کی باتیں سننے لگا۔ زمرد نے کہا:

”مجھے یقین ہے، وہ زیادہ دور نہیں گیا ہوگا“۔

دوسرا ساتھی بولا:

”رب عظیم نے چاہا تو ہم کل دن میں اسے کہیں نہ کہیں ضرور پکڑ

لیں گے“۔

تیسرے نے کہا:

”اگر وہ ہمارے ہاتھ نہ آیا تو ہم ملکہ کو کیا منہ دکھائیں گے“۔

زمرد نے کہا:

”ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ ہم اسے ضرور پکڑ لیں گے“۔

”اور اسے ملکہ عالیہ کے حوالے کر کے ڈھیر سارا انعام حاصل کریں گے“۔

”ضرور، ضرور“۔

زمرد نے کہا:

”یاد رکھو! اگر اس کا نام عنبر ہے تو مجھے بھی زمرد کہتے ہیں۔ ملکہ مصر کا خاص جاسوس۔ مجھ سے بچ کر وہ کہیں نہیں جا سکتا“۔

عنبر تو چونک اٹھا۔ اسے یہ معلوم کر کے بڑی حیرت ہوئی کہ یہ

لوگ اسے گرفتار کرنے گھر سے نکلے ہیں۔ اسے یہ بھی علم ہو چکا تھا کہ وہ ملکہ مصر کے کہنے پر اس کی تلاش میں نکلے ہیں۔ عنبر نے پولکا کو جگا کر سارا معاملہ سنایا تو وہ بھی بڑی الجھن میں پھنس گیا اور بولا:

''سوال یہ ہے کہ یہ لوگ تمہیں گرفتار کرنے کیوں آئے ہیں؟ اور پھر ملکہ عالیہ کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ تمہیں گرفتار کروائے''۔

عنبر بولا:

''اس میں ضرور کوئی گہرا راز چھپا ہے۔ بہر حال یہ تو ایک حقیقت ہے کہ یہ لوگ میرا پیچھا کر رہے ہیں اور اگر انہیں معلوم ہو گیا کہ میں اسی سرائے میں ان کے ساتھ والے کمرے میں سو رہا ہوں تو وہ ہر حالت میں مجھے قابو کر لیں گے''۔

پولکا سہم کر بولا:

''پھر کیا ہوگا میرے آقا' میں اپنے مالک کی بہن کو کیا منہ

دکھاؤں گا شام جا کر؟''۔

''گھبراؤ نہیں پولکا' ہم یہاں سے فرار ہونے کی کوشش کرتے ہیں''۔

''ابھی؟''

''ہاں ابھی، اسی وقت''۔

دونوں بڑی خاموشی سے اٹھے۔ انہوں نے چادریں اپنے جسم کے گرد لپیٹیں اور آہستہ سے دروازہ کھول کر ڈیوڑھی میں آ گئے۔ طارق میں مشعل جل رہی تھی۔ اس کی روشنی رات بھر جلنے کے بعد دھندلی ہو گئی تھی۔ عنبر نے پولکا کا ہاتھ تھاما اور ڈیوڑھی کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ کھلے آسمان پر ستارے چمک رہے تھے۔ وہ ریت پر تیز تیز قدم اٹھاتے کھجور کے ان جھنڈوں کے پاس آ گئے جہاں ان کے گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر وہ

گھوڑوں پر سوار ہوئے اور انہیں ایڑ لگا کر شام کی سرحد کی طرف ہوا ہو گئے۔

صبح زمرد حبشی ناشتے کا انتظار کر رہا تھا کہ سرائے کی مالکہ دودھ اور جو کی روٹی لے کر اندر داخل ہوئی۔ وہ زور زور سے بول رہی تھی:

''عجیب پاگل لوگ تھے۔ یہ ناشتہ کیا، نہ بتایا اور راتوں رات بھاگ گئے''۔

زمرد نے پوچھا:

''کون بھاگ گئے ماں جی؟''

''مسافر جو تمہارے ساتھ والے کمرے میں اترے تھے''۔

زمرد نے ناشتہ کرتے ہوئے پوچھا:

''کون تھے وہ؟''

سرائے کی مالکہ بولی:

''ایک غلام تھا اور دوسرا نوجوان لڑکا تھا۔ نیلی نیلی آنکھوں والا۔ اس نے مجھے سونے کے سکے بھی دیے تھے۔ کسی امیر گھرانے کا معلوم ہوتا تھا''۔

زمرد حبشی کے ہاتھ سے روٹی کا ٹکڑا گر پڑا:

''وہ کب آئے تھے؟''

''تمہارے آنے سے کوئی ایک پہر گھڑی پہلے آئے تھے''۔

زمرد فوراً اٹھا اور ساتھیوں سے بولا:

''جلدی سے گھوڑوں پر زین کسو، عنبر بھاگنے نہ پائے''۔

سرائے کی مالکہ منہ ہی دیکھتی رہ گئی اور تینوں حبشی سرائے سے نکل کر گھوڑوں پر سوار ہو کر دوڑ پڑے۔ وہ سرپٹ گھوڑے دوڑاتے جا رہے تھے۔ رات بھر کی شبنم سے ریت سخت ہو گئی تھی اور گھوڑے بڑی تیزی سے دوڑ رہے تھے۔ مگر وہ عنبر سے بہت پیچھے تھے۔ عنبر اور پولکا

اس وقت شام کی سرحدوں پر پہنچ چکے تھے۔ انہوں نے سرحدی چوکی پر پہریداروں کو سونے کے سکے دیے اور دمشق شہر کے دروازے میں داخل ہو گئے۔ دن کا ایک پہر ہو چکا تھا اور شہر میں خوب چہل پہل تھی۔ پولا عنبر کو لے کر سیدھا رجال کی بہن کے گھر پہنچ گیا۔ رجال کی بہن نے عنبر کو گلے سے لگایا اور شام کی رسم کے مطابق اس کے ماتھے پر زیتون کے تیل میں انگلی ڈبو کر لگائی۔

"رب عظیم تمہاری حفاظت کرے۔"

ادھر زمرد حبشی بھی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ دمشق میں داخل ہو چکا تھا۔

صندوقچی کا راز

زمرد حبشی نے دمشق میں عنبر کی تلاش شروع کر دی۔

اس نے ایک ایک سرائے چھان ماری۔ مگر عنبر کا کوئی سراغ نہ ملا۔ پندرہ دنوں کی انتھک تلاش کے بعد جب وہ ناکام ہو گیا تو اپنے ساتھیوں کے ہمراہ واپس مصر کو روانہ ہو گیا۔ اس نے ملکہ مصر کو جا کر بتایا کہ عنبر کا ملک شام میں کوئی پتا نہیں چل سکا۔ ملکہ زمرد پر بہت برسی۔ مگر تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ اب وہ کیا کر سکتی تھی مجبوراً صبر کر کے بیٹھ گئی۔ عنبر نے خفیہ طور پر اپنے باپ کو پیغام بھجوایا کہ راستے میں ملکہ کے غلام اس کو گرفتار کرنے کے لیے تعاقب کر رہے تھے' اس کی

کیا وجہ ہے؟ رجال کا ماتھا ٹھنکا۔ تو گویا ملکہ کو معلوم ہوگیا تھا کہ عنبر ملک شام کی طرف روانہ ہوا ہے۔ اس نے عنبر کو کہلوا بھیجا کہ وہ شام میں ہی رہے اور ابھی کچھ عرصہ وطن کا رخ نہ کرے۔ کیوں کہ ملکہ مصر اس کو قید کرنے کی فکر میں ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ سپہ سالار کا ملکہ پر بہت اثر ہے اور وہ چاہتا ہے کہ عنبر کو گرفتار کر کے ہلاک کر دیا جائے۔ یہ بات اگرچہ غلط تھی مگر عنبر کی بہتری اسی میں تھی۔ اسے جب یہ پیغام ملا تو وہ بڑا پریشان ہوا۔ پواکا نے اسے کہا:

”میرے آقا! اب وطن ہرگز ہرگز نہ جایئے گا۔ نہیں تو ظالم سپہ سالار آپ کو مروا دے گا“۔

عنبر خاموش رہا۔ اس نے شام میں ایک حکیم کے ہاں ملازمت کر لی اور اس سے جڑی بوٹیوں اور بیماروں کی دواؤں کا کام سیکھنے لگا۔ پواکا کو زیتون کے باغ میں پھلوں کی رکھوالی کا کام مل گیا۔ وقت اسی

طرح گزرنے لگا۔ پانچ برس بیت گئے۔ اس دوران میں ایک بار رجال اور اس کی بیوی دمشق آکر چپکے سے عنبر سے مل گئے۔ وہ فرعون کے مرنے کا انتظار کر رہے تھے تاکہ اس کی موت کے بعد ملکہ پر عنبر کے شہزادے ہونے کا راز فاش کر دیں۔ وقت آہستہ آہستہ گزرتا چلا گیا۔ اس عرصے میں عنبر کو ساری جڑی بوٹیوں کا علم ہو چکا تھا۔ اب وہ اپنے استاد سے کھوپڑی کھول کر دماغ کا آپریشن کرنے کا فن سیکھنے لگا۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے۔ قدیم مصر کے ڈاکٹر بڑے لائق تھے۔ وہ دماغ کا علاج کھوپڑی کھول کر کرتے تھے۔ اس کام میں وہ اس قدر ماہر تھے کہ بڑے آرام سے انسان کی آدھی کھوپڑی کھول دیتے اور پھر نازک اوزاروں کی مدد سے دماغ کا آپریشن کر کے مریض کو اچھا کر دیتے۔ پانچ برس کے اندر اندر عنبر اس فن میں بھی ماہر ہوگیا۔ اس نے اپنے استاد کے سامنے کئی مریضوں کی کھوپڑی کھول

کر ان کا علاج کیا اور انہیں شفایاب کیا۔ اس دوران میں عنبر کے ماں باپ بہت بوڑھے ہو گئے تھے۔ عنبر پورا جوان ہو چکا تھا۔ اس کی پھوپھی کا بھی انتقال ہو چکا تھا اور وہ پولکا کے ساتھ اپنے استاد کی حویلی میں رہتا تھا۔ اسی سال مصر میں بہت بڑا سیلاب آیا۔ عنبر کے دوست قہرمان نے اسے خبر دی کہ اس کے ماں باپ سیلاب میں ہلاک ہو گئے ہیں۔ عنبر کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ اپنے مرحوم باپ کی قبروں پر دعا مانگنے کے لیے بھی مصر نہیں جا سکتا تھا۔ وہ صبر شکر کر کے دمشق میں ہی بیٹھا رہا۔

اسے شام آئے بارہ برس گزر گئے تھے۔

اس عرصے میں اسے پتا چلا کہ فرعون مر گیا ہے اور اس کی جگہ اس کا چھوٹا بھائی اخناتون تخت پر بیٹھ گیا ہے۔ عنبر اسی دن کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے پولکا کو ساتھ لیا اور ایک روز اپنے استاد کو الوداع کہہ کر

مصر کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ پورے تیرہ برس بعد اپنے وطن مصر آ رہا تھا۔ جب وہ وہاں سے گیا تھا تو نوعمر لڑکا تھا۔ مگر اب پورا جوان ہو چکا تھا اور طب میں مہارت حاصل کر چکا تھا۔ مصر پہنچ کر وہ سب سے پہلے اپنے پرانے گھر گیا۔ گھر کو سیلاب بہا کر لے گیا تھا۔ وہاں اب سوائے مٹی اور ریت کے چھوٹے چھوٹے ٹیلوں کے اور کچھ نہ تھا۔ وہ سیدھا اپنے بچپن کے دوست قہرمان کے گھر آ گیا۔ قہرمان بھی اب جوان ہو گیا تھا۔ وہ فرعون کی شاہی فوج میں ملازم تھا۔ قہرمان اپنے پرانے دوست عنبر کو دیکھ کر اس سے لپٹ گیا۔ پھر اس نے اس کے ماں باپ کی وفات پر دلی رنج و غم کا اظہار کیا اور اسے ماں باپ کے قبروں پر لے گیا۔ عنبر نے روتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ اپنے ماں باپ کی قبروں پر دعا مانگی اور واپس قہرمان کے گھر آ گیا۔ قہرمان کا گھر بڑا خوبصورت اور سجا ہوا تھا۔ وہ ایک قوی ہیکل فوجی جوان بن گیا تھا۔

جس کو بڑی اچھی تنخواہ ملتی تھی۔

''مجھے خوشی ہوئی ہے قہرمان کہ تم شاہی فوج میں چلے گئے ہو''۔

قہرمان نے کہا:

''ابھی تمہیں عنقریب یہ سن کر بھی خوشی ہوگی کہ میں مصر کا فرعون بن گیا ہوں''۔

عنبر نے مسکرا کر کہا:

''رب عظیم کرے کہ ایسا ہی ہو''۔

''ایسا ہی ہوگا عنبر، تم دیکھ لینا۔ ایک دن میرے ہاتھ میں مقدس چھڑی ہوگی۔ سر پر سونے کا عقابی تاج ہوگا اور میں مصر کے تخت پر فرعون بنا بیٹھا ہوں گا''۔

کچھ دیر وہ دونوں ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے۔ پھر اچانک قہرمان بولا:

''ارے ہاں، میں تو بھول ہی گیا۔ تمہارے باپ نے مرتے ہوئے مجھے ایک صندوقچی دی تھی اور کہا تھا کہ یہ عنبر کو دے دینا۔ تمہاری امانت میرے پاس محفوظ ہے۔ وہ تم لے لو''۔

''شکریہ قہرمان، کہاں ہے میری امانت؟''۔

قہرمان اپنے کمرے میں گیا اور سفید رنگ کی ایک ہاتھی دانت کی صندوقچی لے کر آ گیا۔

''یہ لو بھائی اپنی امانت''۔

''شکریہ قہرمان، اچھا اب میں جاتا ہوں''۔

''پھر کب ملو گے؟''

''کل شام کو آؤں گا''۔

قہرمان نے کہا:

''ضرور آنا۔ تمہیں اپنے ایک دوست سے ملاؤں گا''۔

"ضرور آؤں گا"۔

عنبر ہاتھی دانت کی صندوقچی لے کر واپس سرائے میں آ گیا۔ یہاں پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ بوڑھا گھوڑے سے گر کر ہلاک ہو چکا ہے۔ عنبر پر تو گویا غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اب وہ اس دنیا میں اکیلا رہ گیا تھا۔ وہ بہت دیر سرائے کے اندھیرے کمرے میں لیٹا آنسو بہاتا رہا۔ پھر اس نے اپنے آپ کو حوصلہ دیا اور ہمت کر کے اٹھ بیٹھا۔ اس نے گرم دودھ کا ایک پیالہ پیا اور صندوقچی کھول کر اسے دیکھنے لگا کہ مرحوم باپ نے اس کے نام کیا کچھ چھوڑا ہے۔ سب سے پہلے اسے اپنے باپ کا ایک خط ملا۔ اس نے خط کھول کر پڑھنا شروع کر دیا۔ اس خط میں عنبر کے باپ رجال نے سارا راز کھول کر بیان کر دیا تھا۔ خط پڑھنے کے بعد عنبر حیرت میں گم ہو کر رہ گیا۔ تو کیا وہ رجال کا بیٹا نہیں ہے؟ کیا وہ فرعون کا بیٹا ہے؟ کیا ملکہ مصر اس کی ماں ہے؟ عنبر کا

جسم اس خیال سے کانپ گیا کہ وہ ایک ظالم فرعون کا بیٹا ہے۔ رجال نے خط کے آخر میں لکھا تھا:

"پیارے بیٹے! تمہیں اس صندوقچی میں ایک شاہی مہر بھی ملے گی۔ یہ مہر فرعون کی خاص مہر ہے اور سوائے شہزادے کے اور کسی کے پاس نہیں ہو سکتی۔ یہ مہر تمہیں اس کشتی میں ہی ملی تھی جس میں لٹا کر تمہیں دریائے نیل میں بہا دیا گیا تھا"۔

عنبر نے صندوقچی کا نچلا حصہ الٹ دیا۔ فرعون کے سونے کی شاہی مہر سرخ مخمل کے غلاف میں لپٹی ہوئی اس کے سامنے پڑی تھی۔ عنبر نے مہر اٹھا کر اپنی جیب میں رکھ لی۔ اس نے خط کو بھی سنبھال کر رکھ لیا اور عجیب قسم کے خیالات میں کھویا ہوا سو گیا۔ اگلے روز اٹھ کر وہ قہرمان کے پاس گیا۔ قہرمان وردی پہن کر شاہی محل جانے کی تیاریاں کر رہا تھا۔ اس کا دو سفید گھوڑوں والا رتھ اس کے مکان

کے باہر کھڑا تھا۔ اس نے عنبر کو آتے دیکھ کر اسے خوش آمدید کہا۔

''دوست' تم رات آئے نہیں۔ تمہیں ایک خاص جگہ لے کر چلنا تھا''۔

عنبر نے کہا:

''میں تھکا ہوا تھا۔ بستر پر لیٹتے ہی ہوش نہ رہی''۔

''خیر کوئی بات نہیں' آج چلیں گے''۔

عنبر نے کہا:

''قہرمان' میں اس شہر میں طبابت کا کام کرنا چاہتا ہوں۔ کیا تم اس سلسلے میں میری مدد کر سکتے ہو؟''۔

''کیوں نہیں' میں تمہارا دوست ہوں۔ تم جس قسم کی مدد چاہو میں کرنے کو تیار ہوں''۔

عنبر بولا:

''میں اس شہر کی کسی چھوٹی سی حویلی میں بیماریوں کے لیے ایک شفا خانہ بنانا چاہتا ہوں۔ میں نے یہ ہنر اپنے استاد سے سیکھا ہے اور چاہتا ہوں کہ دکھی اور بیمار لوگوں کی خدمت کروں''۔

قہرمان نے کہا:

''یہ کون سی مشکل بات ہے۔ میں آج ہی اس کا بندوبست کر دیتا ہوں۔ دریا کنارے میری اپنی حویلی خالی پڑی ہے تو وہی لے لو اور اپنا کام شروع کر دو''۔

''تمہارا شکریہ قہرمان' تم میرے سچے دوست ہو''۔

لمبا تڑنگا قہرمان قہقہہ لگا کر ہنس دیا اور عنبر کے کندھے پر زور سے ہاتھ مار کر بولا:

''یہ بات کہنے کی کیا ضرورت تھی عنبر' ہم دونوں دوست ہیں۔ سچے دوست ہیں اور ہمیشہ دوست رہیں گے۔ اگر تم کہو تو میں شاہی

فوج میں بھی تمہیں نوکری دلوا سکتا ہوں"۔

"نہیں دوست! میں بیمار لوگوں کی خدمت کرنا چاہتا ہوں"۔

"جیسے تمہاری مرضی۔ مگر ہاں آج شام میرے ساتھ چلنا مت بھولنا"۔

"میں شام کو ضرور آؤں گا"۔

شام کو قہرمان عنبر کو لے کر تھیبس شہر کی ایک بہت مشہور اور امیر ترین رقاصہ کے پاس لے گیا جہاں شہر کے امراء اور شاعر لوگ آ کر وقت گزارتے تھے۔ اس رقاصہ کا نام طلالہ تھا۔ وہ بڑی پروقار اور خوبصورت عورت تھی۔ قہرمان نے طلالہ سے عنبر کا تعارف کروایا۔ وہ عنبر سے باتیں کرنے لگی۔ اب عنبر دوسرے تیسرے طلالہ کے ہاں جاتا۔

اس عرصے میں عنبر نے حویلی میں اپنا شفا خانہ بنا لیا تھا جہاں

سینکڑوں مریض آ کر اپنا علاج کرواتے تھے۔ عنبر نے کئی امیر لوگوں کا دماغی آپریشن بھی بڑی کامیابی سے کیا اور خوب دولت کمائی، لیکن وہ اپنی ساری دولت رقاصہ طلالہ کے گھر آ کر خرچ کر دیتا۔ یہ ایک بری عادت تھی جو اس کے دوست نے اسے ڈال دی تھی۔ عنبر چونکہ خاندانی آدمی تھا۔ اس لیے وہ برائی سے بچنا چاہتا تھا۔ ایک روز اس نے طلالہ سے کہا:

طلالہ! میں چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے شادی کر لو تا کہ ہم دونوں ایک شریفانہ اور نیک زندگی بسر کریں"۔

طلالہ قہقہہ مار کر ہنس پڑی اور بولی:

"کیا تمہارے پاس اتنی دولت ہے کہ مجھ سے بیاہ کر سکو؟"۔

عنبر نے کہا:

"تم جو مانگو میں وہ دینے کو تیار ہوں تا کہ تمہیں اس بری زندگی

سے نجات ملے اور میرا بھی گھر آباد ہو"۔

طلالہ نے کہا:

"اپنے آپریشن کے اوزار لا کر مجھے دے دو"۔

عنبر کانپ اٹھا۔ اس زمانے میں آپریشن کے اوزار بے حد مقدس سمجھے جاتے تھے۔ کیونکہ ان سے بیمار لوگوں کا علاج کیا جاتا تھا۔ اس کے بارے میں یہ خیال تھا کہ ان اوزاروں پر نیکی کے فرشتوں کا سایہ ہوتا ہے۔ مگر عنبر نے انکار نہ کیا اور محض اس خیال سے کہ اگر اتنی قربانی دے کر ایک بھٹکا ہوا انسان سیدھی راہ پر آ جاتا ہے تو یہ سودا کوئی مہنگا نہیں ہے۔ طلالہ بڑی حیران ہوئی۔ اسے یہ ہرگز امید نہیں تھی کہ عنبر اوزاروں جیسی مقدس شے اسے دینے پر تیار ہوگا۔ ویسے بھی اس دور میں آپریشن کے اوزار سونے سے بھی زیادہ مہنگے تھے۔

دوسرے روز عنبر نے سارے کے سارے اوزار لا کر طلالہ کے

حوالے کر دیے۔ طلالہ نے اوزار لے کر اپنے صندوق میں بند کر دیے اور تالی بجا کر دو ہٹے کٹے حبشیوں کو بلایا اور کہا:

"اس نوجوان کو دھکے دے کر میرے گھر سے باہر نکال دو"۔

عنبر حیرت زدہ ہو کر طلالہ کا منہ دیکھنے لگا۔

"یہ۔۔۔ یہ تم کیا کہہ رہی ہو طلالہ؟"۔

طلالہ نے غصے میں گرج کر کہا:

"اور تم کیا سمجھتے ہو کہ میں تم جیسے بھکاری سے شادی کروں گی؟ نکل جاؤ میرے گھر سے اور پھر کبھی ادھر کا رخ کیا تو گردن کٹوا دوں گی"۔

عنبر کچھ کہنے کے لیے آگے بڑھا ہی تھا کہ ہٹے کٹے حبشی آگے بڑھے۔ انہوں نے عنبر کو اٹھایا اور دروازے میں سے بڑے زور کے ساتھ باہر گلی میں پھینک دیا۔ عنبر کو سخت چوٹیں آئیں اور وہ بے ہوش

ہو گیا۔ آسمان پر بادل زور سے گرجے، بجلی چمکی اور بارش شروع ہو گئی۔ عنبر کو ہوش آیا تو وہ کیچڑ میں لت پت تھا اور اس پر بارش کا پانی گر رہا تھا۔

اس کے دل نے عبرت پکڑ لی تھی۔

وہ چپکے سے اٹھا اور اپنی حویلی میں آ کر تخت پوش پر لیٹ گیا۔ پھر اس نے غسل کیا۔ اپنے زخموں پر مرہم لگائی۔ کپڑے بدلے اور بستر پر لیٹ گیا۔ ایک ہفتے کے بعد اس کے زخم ٹھیک ہو گئے۔ اس نے قہرمان سے کوئی بات نہ کی۔ اس لیے کہ اب قہرمان فرعون کی فوج کا سپہ سالار بن چکا تھا اور اپنا مکان چھوڑ کر شاہی محل میں ہی رہتا تھا۔ وہ بہت کم عنبر سے ملتا تھا۔ عنبر نے غسل کے بعد دھلے ہوئے پرانے کپڑے پہنے اور آخری بار طلالہ سے ملاقات کرنے اس کے عالی شان مکان پر آ گیا۔ طلالہ نے اسے اندر بلوانے سے انکار کر دیا۔ عنبر

نے کہلوا بھیجا کہ وہ اس کے لیے ایک تحفہ لایا ہے۔ طلالہ نے لالچ میں آ کر اسے بلوا لیا۔ وہ ایک شاندار مسہری پر بیٹھی تھی۔ عنبر نے اس کے پاس آ کر جیب سے فرعون کی سونے کی شاہی مہر نکال کر کہا:

"اسے پہچانتی ہو؟"۔

طلالہ کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ وہ فرعون کی شاہی مہر کو صاف طور پر پہچان گئی تھی۔ اس نے کہا:

"ہاں ہاں' یہ شاہی مہر ہے"۔

"اس کو غور سے دیکھ لو"۔

"میں دیکھ رہی ہوں عنبر' یہ فرعون کی شاہی معہر ہے۔ مگر یہ تمہارے پاس کیسے آ گئی؟"

"اس لیے کہ یہ میری ہے۔ یہ میرا حق ہے"۔

"کیا مطلب؟"

عنبر نے حقارت سے طلالہ کی طرف دیکھ کر کہا:

"تم بدنصیب ہو طلالہ! ایک وقت آئے گا جب تمہیں علم ہوگا کہ تم نے عنبر سے نہیں بلکہ فرعون مصر کے بیٹے سے شادی سے انکار کیا تھا۔ پھر تم پچھتاؤ گی۔ مگر کچھ نہ ہو سکے گا"۔

اتنا کہہ کر عنبر بڑی تیزی سے واپس ہو گیا۔ طلالہ اسے پکارتی ہی رہ گئی۔ مگر عنبر اس اثنا میں مکان سے باہر جا چکا تھا۔

فرعون اور اخناتون

فرعون اخناتون تخت پر بیٹھا تو اس کی عمر بائیس تئیس برس تھی۔

اخناتون کا بڑا بھائی عاطون فرعون بڑا ظالم اور جابر بادشاہ تھا۔ وہ عنبر کا باپ تھا اور اسی نے حکم دے رکھا تھا کہ اس کی کسی بھی ملکہ کے ہاں اگر لڑکا پیدا ہو تو اسے قتل کر دیا جائے۔ عنبر کی قسمت اچھی تھی کہ وہ اپنی ماں ملکہ نفریتی کی عقل مندی سے دریا کی لہروں پر بہتا ہوا رجال کے گھر جا پہنچا اور بچ گیا۔ اس کی موت کے بعد لوگوں نے سکھ کا سانس لیا۔ اخناتون بڑا نرم دل نیک اور رعایا کا ہمدرد بادشاہ تھا۔ مگر تاریخی اعتبار سے جو بات اس میں سب سے زیادہ نمایاں تھی۔ وہ یہ

تھی کہ یہ فرعون بتوں کی پوجا نہیں کرتا تھا۔ اس سے پہلے جتنے بھی
فرعون گزرے تھے وہ مختلف بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ انہوں نے
بجلی، بادل، پہاڑ، ستارے، سانپ اور سورج کے بت بنا رکھے تھے
جن کی وہ مندروں میں پرستش کیا کرتے۔ مصر کے پایۂ تخت تھیبس
میں سورج دیوتا کا ایک بہت بڑا مندر تھا۔ اس مندر میں سورج کے
ساتھ ساتھ آگ، پانی، بجلی اور سانپ کے دیوتاؤں کی بھی پوجا ہوتی
تھی۔

اخناتون فرعون نے تخت پر بیٹھتے ہی اعلان کر دیا کہ وہ بتوں کی
پوجا کے خلاف ہے۔ اس سے پہلے فرعون اپنے آپ کو بھی خدا کہا
کرتے تھے۔ اخناتون نے اعلان کیا کہ وہ خدا نہیں ہے۔ سورج،
آگ، بجلی بادل اور سانپ بھی خدا نہیں ہیں بلکہ خدا کی بنائی ہوئی
مخلوق ہے۔ خدا ان تمام چیزوں سے بلند و برتر ہستی ہے۔

پیارے ساتھیو، یہ آج سے ٹھیک تین ہزار تین سو سال پہلے کا واقعہ
ہے کہ اخناتون فرعون نے اعلان کیا کہ خدا ایک ہے جو آسمانوں اور
زمینوں کا مالک ہے جس نے ساری چیزیں بنائی ہیں مگر اس کو کسی نے
نہیں بنایا۔ کوئی اس کا ثانی نہیں۔ نہ وہ کسی سے پیدا ہوا ہے اور نہ کسی
نے اسے پیدا کیا ہے۔ مصر کے فرعونوں کی پوری تاریخ میں یہ پہلا
فرعون تھا جو توحید پرست تھا۔ یعنی جو ایک خدا پر ایمان رکھتا تھا۔ اس
نے اپنے بھائی کی بیوہ ملکہ نفریتی سے شادی کر لی اور کرناک شہر میں
ایک بہت بڑی عبادت گاہ بنائی جس میں کوئی بت نہیں تھا، اس میں وہ
آسمان کی طرف منہ کر کے عبادت کیا کرتا۔ اخناتون بڑے زبردست
کردار کا مالک تھا۔ وہ ایک خدا کا پرستار تھا۔ وہ تخت و تاج کے علاوہ
بہت بڑی سلطنت کا مالک تھا۔ مگر ان چیزوں سے اسے ذرا بھر محبت
نہیں تھی۔

اس نے اپنی تمام کنیزوں، لونڈیاں اور غلاموں کو آزاد کر دیا تھا۔ وہ اپنے کام آپ ہی کرنے کی کوشش کرتا۔ اس نے لوگوں کے پرانے مذہب یعنی بت پرستی کے خلاف قانون قرار دے کر بڑا انقلابی قدم اٹھایا تھا۔ اکثر لوگ اس کے خلاف ہو گئے۔ خاص طور پر بتوں کے بڑے پجاری تو آگ بگولا ہو گئے۔ کیونکہ ان کے حلوے مانڈے چلتے ہی بتوں کی پوجا کرنے والوں کے سر پر تھے۔ مگر اخناتون کے سامنے آنکھ نہیں اٹھا سکتے تھے۔ اس لیے کہ وہ مصر کا بادشاہ تھا۔ مگر ان پجاریوں نے اندر ہی اندر اخناتون کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔

عنبر کا بچپن کا دوست قہرمان اب مصری فوج کا سپہ سالار بن چکا تھا۔ وہ اس چکر میں تھا کہ کسی طرح اخناتون فرعون کا تختہ الٹ کر خود تخت پر قبضہ کر لے۔ وہ بڑی جدوجہد اور محنت کے بعد سپہ سالار کے

عہدے تک پہنچا تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ دربار کے سارے پجاری اخناتون کے خلاف ہو گئے ہیں تو اس نے پجاریوں کو ساتھ ملانے کا فیصلہ کر لیا۔ بڑے پجاری کا نام ارشمس تھا۔ ایک روز قہرمان نے ارشمس کو اپنے ساتھ لیا اور رتھ پر سوار کروا کر شہر سے باہر انگوروں کے باغ میں لے گیا۔ یہاں انگور کی بیلوں کے سائے میں سنگ مرمر کا ایک چبوترہ بنا تھا۔ دونوں چبوترے پر بیٹھ گئے۔ پجاری ارشمس نے کہا:

"اے مصری فوج کے سپہ سالار قہرمان! آپ نے مجھے کس لیے یاد کیا؟"

قہرمان نے تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا:

"ارشمس! تمہیں تو معلوم ہی ہے کہ فرعون اخناتون حد سے آگے بڑھ رہا ہے۔ وہ ہمارے باپ دادا کے مذہب کو برباد کرنے پر تلا ہوا

ہے۔اس نے ہمارے مندروں میں ہمارے بتوں کو توڑ دیا ہے۔اس نے حکم دے دیا ہے کہ اب ان مندروں میں بتوں کی پوجا نہیں ہوگی بلکہ ایک خدا آتون کی پوجا ہوگی''۔

ارشمس بولا:

''فرعون نے ہمارے مذہب میں مداخلت کر کے ساری رعایا کو ناراض کر لیا ہے۔کوئی پجاری ایسا نہیں جو فرعون کے حق میں ہو،اسے اچھا سمجھتا ہو۔اس نے ہمارے آباؤ اجداد کے بتوں کی توہین کی ہے۔اس نے ایک ایسا گناہ کیا ہے جس کی سزا اسے دیوتا ضرور دیں گے''۔

قہرمان بولا:

''میں آسمانی دیوتاؤں کی طرف سے فرعون کو اس کے گناہ کی سزا دینا چاہتا ہوں کہ فرعون کو تخت سے اتار کر جلاوطن کر دیا جائے اور

اپنے باپ دادا کے مذہب کو پھر سے بحال کیا جائے۔اگر تم نے ایسا نہ کیا تو سو سال بعد ہمارے مذہب کا کوئی نام لینے والا بھی دکھائی نہ دے گا''۔

ارشمس گہری سوچ میں پڑ گیا۔

''قہرمان' آپ کیا چاہتے ہیں؟ آپ ہمارے آبائی کی کھوئی ہوئی عزت بحال کرنا چاہتے ہیں یا تخت پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں؟''۔

ارشمس نے قہرمان کے دل کی بڑی کمزور رگ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔

مگر قہرمان بھی بڑا چالاک تھا۔اس نے اپنے دل کی بات چھپاتے ہوئے کہا:

''مجھے مصر کے تخت و تاج سے کوئی دلچسپی نہیں۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ اپنے باپ دادا کے مذہب کا کھویا ہوا وقار پھر سے بلند کیا جائے۔مندروں میں پھر سے ہمارے بتوں کی پوجا ہو۔گھروں میں

پھر سے ہمارے بتوں کی حمد و ثنا کے ترانے گونجیں اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک فرعون مصر کو تخت سے نہیں اتارا جاتا۔ میرا مقصد صرف فرعون کو تخت سے ہٹانا ہے۔ میری طرف سے کوئی فرعون آ جائے۔ مگر وہ ہمارے مذہب میں دخل نہ دے"۔

ارخمس اندر ہی اندر سمجھ گیا تھا کہ قہرمان کو اپنے باپ دادا کے مذہب سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اسے اگر کوئی غرض یا لالچ ہے تو صرف مصر کے تخت و تاج حاصل کرنے کا لالچ ہے۔ چنانچہ وہ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے فرعون کی مخالفت کو اپنی غرض کے لیے استعمال کرنا چاہتا تھا۔ لیکن اس نے بھی اپنے دل کی بات چھپائے رکھی۔ وہ بھی یہی چاہتا تھا کہ مندروں میں پھر سے بتوں کی پوجا شروع ہو جائے اور اس کا حلوہ مانڈہ چلتا رہے، فرعون چاہے کوئی بھی آ جائے۔

اس نے سر ہلا کر کہا:

"تم ٹھیک کہتے ہو قہرمان، اگر تمہارا عقیدہ یہی ہے، تو میں تمہارے ساتھ ہوں۔ مصر کے تمام پجاری تمہارے ساتھ ہیں۔ ہم اپنے مذہب کی ذلت ہرگز ہرگز برداشت نہیں کر سکتے"۔

میں یہی چاہتا ہوں اور اسی پر عمل کروں گا"۔

اس کے بعد قہرمان بڑے پجاری کو لے کر واپس چل پڑا۔

محل میں فرعون اخناتون کے خلاف اندر ہی اندر ایک گہری سازش پکنے لگی۔

بڑے پجاری ارخمس اور سپہ سالار قہرمان نے تمام بڑے بڑے درباریوں کو فرعون کے خلاف سازش میں اپنے ساتھ ملا لیا۔ اب وہ مناسب وقت کا انتظار کرنے لگا۔ اسے اتنا ضرور معلوم تھا کہ فوج کا ایک طبقہ نیک دل فرعون کی انسانی ہمدردی اور اصلاحات سے بہت

www.paksociety.com

متاثر ہے۔ اس لیے کہ اس نے فوج کے بعض افسروں کی تنخواہیں بڑھا دی تھیں۔ ان کا راشن ابھی دگنا کر دیا تھا۔ ان کے بچوں کے لیے دریائے نیل کے کنارے کنارے خوبصورت مکان بنوا دیے تھے۔ اس کے خلاف قہرمان نے اندر ہی اندر مہم پھیلانا شروع کر دیا کہ فرعون نے فوج کے ایک حصے کو رشوت دے کر خریدنے کی کوشش کی ہے۔ پجاریوں نے بھی فوج میں یہ بات عام کر دی ہے کہ فرعون اخناتون سے دیوتا ناراض ہو گئے ہیں۔

عنبر فرعون کی اصلاحات سے بہت خوش تھا۔ وہ اخناتون کی شرافت اور انسانی محبت کے جذبے اور ایک خدا کی عبادت کرنے کے خیال سے بہت متاثر تھا۔ مگر وہ محل سے باہر تھا اور بادشاہ کے لیے کچھ نہ کر سکتا تھا۔ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ قہرمان بادشاہ کے خلاف پجاریوں اور درباریوں کو اپنے ساتھ ملا کر سازش کر رہا ہے وہ بادشاہ

کی مدد کرنا چاہتا تھا اور مناسب موقع کے انتظار میں تھا۔

فرعون اخناتون کی یہ عادت تھی کہ وہ آدھی رات کو اٹھ کر غسل کرتا۔ پاک صاف ہو کر نیا لباس پہنتا اور اکیلا ہی محل سے نکل کر دریا کنارے ریت کے ٹیلوں کے پاس جا کر زمین پر قالین بچھا کر خدا کی عبادت کرتا۔ قہرمان بادشاہ کی اس عادت سے باخبر تھا۔ اس نے بادشاہ کو ہلاک کرنے کا منصوبہ بنا لیا۔ اپنے ایک خاص رازدار فوجی کو قہرمان نے تیر کمان دے کر ریت کے ٹیلے کے پیچھے بٹھا دیا کہ جوں ہی بادشاہ خدا کی عبادت کرنے بیٹھے وہ تیر کمان سے اسے ہلاک کر دے۔ عنبر کو معلوم تھا کہ قہرمان فرعون کے خلاف بغاوت کرنے کی تیاریاں کر رہا ہے اور وہ نیک دل فرعون کو ہلاک کر کے خود مصر کے تخت پر قبضہ کرنے کا خواب دیکھ رہا ہے۔ ایک روز وہ قہرمان کے دل کا راز معلوم کرنے اس کے گھر گیا۔ قہرمان عنبر کو دیکھ کر بڑا خوش ہوا۔

www.paksociety.com

اس نے عنبر کو موت کا بھنا ہوا گوشت کھلایا اور ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگا۔ عنبر نے جان بوجھ کر چہرہ اداس بنالیا۔

قہرمان نے پوچھا:

"کیا بات ہے عنبر' آج تم اداس اداس نظر آرہے ہو؟"

عنبر نے جھوٹ موٹ آہ بھری اور کہا:

"قہرمان' تمہیں کیا بتاؤں' جب سے فرعون اخناتون تخت پر بیٹھا ہے ، میں پریشان ہو گیا ہوں۔ جس وقت میں یہ سوچتا ہوں کہ ہمارے باپ دادا کا پرانا مذہب نیست و نابود ہو جائے گا تو میرا دل غم کی گہرائیوں میں ڈوب جاتا ہے۔ اخناتون کو یہ حق ہرگز نہیں ہے کہ وہ ہمارے آباؤ اجداد کے مذہب کو تباہ کرے اور ہمارے دیوتاؤں کی مورتیوں کو توڑ کر انہیں مندروں سے نکال دے"۔

قہرمان بڑا خوش ہوا کہ عنبر بھی اس کا ہم خیال تھا اور فرعون

اخناتون کے خلاف تھا۔ اس نے عنبر کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا:

"اس بات سے میں بھی بہت پریشان ہوں عنبر، اور ساری رعایا پریشان ہے۔ سارے پجاری اور درباری پریشان ہیں۔ وہ یہ کبھی برداشت نہیں کرسکتے کہ اخناتون ہمارے مذہب پر قاتلانہ حملہ کرے"۔

"قاتلانہ حملہ تو اس نے کر دیا ہے قہرمان' اس وقت مصر کے کسی مندر میں ہمارے مذہب کا ، ہمارے دیوتاؤں کا ایک بھی بت نہیں ہے۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ اگر ہم نے غفلت کی تو دیوتاؤں کا ہم پر قہر نازل نہیں ہوگا؟"

"قہر تو ضرور نازل ہوگا"۔

"پھر اس کا علاج کیا ہے؟ ہم کس طرح اپنے دیوتاؤں کی خوشنودی حاصل کرسکتے ہیں۔ ہم کس طریقے پر عمل کر کے اپنے

پرانے اور آبائی دین کو تباہی سے بچا سکتے ہیں؟"

قہرمان سوچنے لگا کہ وہ اپنی سکیم کے بارے میں عنبر کو آگاہ کرے یا نہ کرے۔ اس نے فیصلہ کیا کہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا۔ اس نے کہا:

"یہ سوچنا رعایا کا کام ہے۔ پجاریوں اور درباریوں کا کام ہے۔ میں تو ایک سپاہی ہوں۔ میرا کام ملک کی حفاظت کرنا ہے۔ میں تمہیں کیا بتا سکتا ہوں۔ تم سوچو کہ تمہیں اپنے مذہب کو بچانے کے لیے کرنا چاہیے؟"۔

عنبر سمجھ گیا کہ قہرمان اس کو دامن نہیں پکڑانا چاہتا۔ قہرمان بڑا چالاک تھا۔ عنبر نے بات آگے بڑھانا مناسب نہ سمجھا اور تھوڑی دیر بیٹھ کر ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد وہ اپنی حویلی میں واپس آ گیا۔ عنبر پریشان تھا۔ اسے یقین ہو چکا تھا کہ قہرمان نے نیک دل

فرعون اخناتون کو قتل کروا کر خود تخت و تاج پر قبضہ کرنے کا منصوبہ بنا رکھا ہے۔ وہ اخناتون کو قہرمان کی ہلاکت سے بچانا چاہتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اپنی ماں ملکہ نفریتی کے پاس جا کر اپنا آپ ظاہر کر دے۔ اسے کہہ دے کہ وہی اس کا بیٹا ہے اور قہرمان کی سازش سے آگاہ کر دے۔ وہ رات کو بستر پر لیٹا کروٹیں بدلتا رہا۔ اسے نیند نہیں آ رہی تھی۔ آخر وہ اٹھا اور حویلی سے باہر نکل کر دریا کنارے ٹہلنے لگا۔ رات کے وقت جنگلی جانوروں کے خطرے کے خیال سے اس نے اپنا تیر کمان کندھے پر ڈال لیا تھا۔ رات بڑی خوشگوار تھی۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ اس موسم کا اثر عنبر کی طبیعت پر بہت اچھا پڑا۔ وہ ٹہلتے ٹہلتے دریا کنارے کافی دور نکل گیا۔ دریائے نیل کا پانی بڑے سکون اور خاموشی کے ساتھ بہہ رہا تھا اور اس میں ستاروں کا عکس جھلملا رہا تھا۔ عنبر ریت کے ٹیلوں کے درمیان ٹہلتا ٹہلتا ایک

کھلے میدان میں پہنچا تو اس نے دیکھا کہ ایک جوان آدمی سفید لباس پہنے قالین پر بیٹھا آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے عبادت کر رہا ہے۔

ایک رتھ قریب ہی کھڑا تھا۔ اچانک عنبر کو خیال آیا کہ کہیں وہ فرعون مصر اخناتون تو نہیں؟ اس نے سن رکھا تھا کہ فرعون اکثر راتوں کو دریائے نیل کے کنارے خدا کی عبادت کیا کرتا ہے۔ عنبر ایک چوٹے سے ٹیلے کی اوٹ میں ہو کر بیٹھ گیا اور فرعون مصر کو خدا کی عبادت کرتے دیکھنے لگا۔ اس کا خیال صحیح تھا۔ جس شخص کو وہ ریت پر بیٹھے عبادت کرتے دیکھ رہا تھا وہ فرعون مصر ہی تھا۔ فرعون دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے گردن جھکائے قالین پر دوزانو بیٹھا خدا کی عبادت میں محو تھا۔ عنبر کا دل بھی خدا کی محبت سے لبریز ہو گیا۔

عنبر اس منظر کو دیکھنے میں کھویا ہوا تھا کہ اچانک اس نے محسوس کیا ایک سایہ رات کے ٹیلے سے نکل کر فرعون کی طرف بڑھ رہا ہے۔ عنبر

چوکنا ہو گیا۔ سایہ آہستہ آہستہ رینگتا ہوا فرعون کے عقب سے آگے چلا جا رہا تھا۔ عنبر کا ماتھا ٹھنکا کہ کہیں فرعون کے خلاف کوئی بھیانک سازش پر عمل تو نہیں ہو رہا۔ ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ سایہ فرعون کے عقب میں پہنچ کر اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اس نے چمڑے کی پیٹی میں ہاتھ ڈال کر چمکتا ہوا خنجر نکال لیا۔ عنبر کانپ اٹھا۔ اس نے فوراً تیر کمان میں جوڑ کر قاتل کا نشانہ باندھا۔ ٹھیک جب قاتل نے فرعون کے قتل کرنے کے لیے خنجر والا ہاتھ اوپر اٹھایا تو ادھر سے عنبر نے کمان کھینچ کر تیر چھوڑ دیا۔ تیر سیدھا قاتل کی پیٹھ میں جا کر لگا اور آر پار ہو گیا۔ قاتل منہ کے بل ریت پر گر کر تڑپنے لگا۔ عنبر ٹیلے کی اوٹ سے نکل کر فرعون کے قریب آ گیا۔ فرعون کو ابھی تک کوئی خبر نہ تھی کہ اس پر قاتلانہ حملے کی بھرپور کوشش کی گئی تھی۔ اس نے عبادت سے فارغ ہو کر عنبر کو اور ایک سپاہی کو زمین پر مرے ہوئے دیکھا تو پوچھا:

"اس کو کس نے مارا؟"

عنبر نے جھک کر تین بار سلام کیا اور سارا معاملہ کھول کر بیان کر دیا۔ فرعون کو جب معلوم ہوا کہ عنبر نے اس کی جان بچائی ہے تو وہ بہت خوش ہوا۔ اس نے عنبر کا ہاتھ تھام کر کہا:

"تم نے میری جان بچائی ہے نوجوان' بولو تم کیا مانگتے ہو؟ تم جو مانگو گے وہ میں تمہیں دوں گا۔ اس لیے کہ میں مصر کا بادشاہ فرعون ہوں"۔

عنبر نے ایک بار پھر جھک کر آداب کیا اور کہا:

"آپ کا دیا میرے پاس سب کچھ ہے جہاں پناہ' رب عظیم کا شکر ہے کہ میں اتفاق سے ٹہلتے ٹہلتے ادھر آ نکلا اور آپ کی جان بچ گئی"۔

فرعون اخناتون نے آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر کہا:

"زندگی اور موت صرف خدا کے ہاتھ میں ہے۔ وہی انسانوں کو زندگی عطا کرتا ہے۔ وہی انسانوں کو موت سے ہم کنار کرتا ہے۔ اس نے مجھے موت سے بچانا چاہا اور تمہیں میرے پاس تیر کمان لے کر بھیج دیا۔۔۔ تمہارا نام کیا ہے؟"۔

"عنبر جہاں پناہ"۔

"تم کیا کرتے ہو؟"

"میں حکیم ہوں جہاں پناہ، جڑی بوٹیوں سے بیماروں کا علاج کرتا ہوں"۔

"ٹھیک ہے، آج سے تم ہمارے شاہی حکیم ہو۔ کیا تمہیں یہ عہدہ قبول ہے؟"۔

عنبر اسی موقع کی تلاش میں تھا۔ جھٹ کورنش بجالا کر بولا:

"اس سے بڑھ کر میری عزت افزائی اور کیا ہوگی جہاں پناہ، میں

آپ کی خدمت کر کے فخر محسوس کروں گا"۔

فرعون نے اپنی انگوٹھی اتار کر عنبر کو دیتے ہوئے کہا:

"صبح تم محل میں آ جانا۔ یہ انگوٹھی تمہیں بغیر کسی رکاوٹ کے میرے پاس پہنچا دے گی"۔

فرعون اخناتون رتھ پر سوار ہو کر محل کی طرف چل دیا۔ عنبر تھوڑی دیر وہاں کھڑا سپاہی کی لاش کو دیکھتا رہا۔ پھر اسے خیال آیا کہ اس کا وہاں زیادہ دیر ٹھہرے رہنا ٹھیک نہیں۔ کیونکہ ہو سکتا ہے جس شخص نے اس سپاہی کو فرعون کے قتل کے لیے بھیجا ہے۔ وہ یہاں پہنچانے والے ہوں۔ عنبر وہاں سے ہٹ گیا اور ریت کے اونچے نیچے ٹیلوں میں سے گزرتا دریا کنارے سے ہو کر اپنی حویلی میں واپس آ گیا۔

حویلی میں واپس آ کر وہ باقی ساری رات اس واقعے پر سوچتا رہا۔ یہ اس کی خوش بختی تھی کہ فرعون نے خود اسے شاہی طبیب کے

عہدے پر فائز کر دیا تھا جب کہ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ محل میں کس طرح داخل ہو۔ وہ بڑی بے تابی سے صبح کا انتظار کرنے لگا۔

شاہی دربار

فرعون مصر اخناتون کا دربار لگا تھا۔

فرعون کی سواری ابھی نہیں آئی تھی۔ اس کا سونے کا عالیشان تخت ابھی خالی تھی۔ تخت کے اوپر سونے کا چھتر پڑا تھا۔ جس میں نہایت قیمتی ہیرے جواہرات جڑے تھے۔ دو سیاہ فام حبشی باز کے سفید پروں کے بڑے بڑے مورچھل لیے ادب سے کھڑے تھے۔ دربار میں سارے درباری، امیر وزیر، فوج کے اعلیٰ افسر، دوسرے ملکوں کے سفیر، پجاری، سیاست دان، دانشور اور ملک کے چنے ہوئے لوگ شاہی لباس پہنے سونے چاندی کی زرنگار کرسیوں پر بیٹھے بادشاہ کی

آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ سپہ سالار قہرمان بھی وہاں شاہی وردی پہنے موجود تھا۔ اس کے پاس ہی عنبر انتہائی بیش قیمت کپڑوں میں ملبوس دوسرے درباریوں کے ساتھ کرسی پر بیٹھا تھا۔

فرعون اخناتون کے عہد میں مصر نے بڑی ترقی کی تھی۔ وہ دور مصر کی قدیم تہذیب کے عروج کا دور تھا۔ بڑے بڑے اہرام مصر تعمیر ہو چکے تھے۔ ملک میں خوش حالی تھی۔ لوگ محنت سے کام کرتے تھے۔ دریائے نیل پر بند مار کر سیلاب کی تباہ کاریوں کو روک لیا گیا تھا۔ دنیا کے ہر مہذب ملک کا سفیر فرعون مصر کے دربار میں موجود تھا۔ اخناتون نے کئی ملکوں کو فتح کر کے اپنی سلطنت کو بحیرہ روم کے ساحلوں تک بڑھا لیا تھا۔ اس وقت مصر کی حکومت دنیا کی سب سے بڑی حکومت تھی۔ فرعون کا دربار کا شان وشکوہ دیکھ کر محسوس ہوتا تھا کہ یہ دنیا کے سب سے بڑے شہنشاہ کا دربار ہے۔ دربار کے در و دیوار

سے دبدبہ، رعب، عظمت اور شوکت ٹپکتی تھی۔

قہرمان کو پتا چل گیا تھا کہ عنبر اس کے بھیجے ہوئے سپاہی کو ہلاک کر کے اور فرعون کی جان بچانے کے صلے میں دربار میں داخل ہوا ہے۔ اسے اس بات کہ عنبر اس کے بھیجے ہوئے سپاہی کو ہلاک کر کے اور فرعون کی جان بچانے کے صلے میں دربار میں داخل ہوا ہے۔ اسے اس بات کا بڑا صدمہ تھا کہ اس کے جگری دوست کی وجہ سے اس کی سازش ناکام ہوگئی۔ اگر اس رات عنبر سپاہی کو ہلاک نہ کرتا تو آج اخناتون کی جگہ سپہ سالار قہرمان مصر کے تخت پر بیٹھا ہوتا۔ لیکن وہ عنبر کو کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔ پھر بھی یہ صدمہ اس کے دل پر نقش ہو گیا تھا اور وہ عنبر سے نفرت کرنے لگا تھا۔ عنبر کو دربار میں شاہی حکیم کو مقام حاصل کرتے دیکھ کر اس نفرت میں اور اضافہ ہو گیا تھا۔ مگر قہرمان نے دل کی بات دل ہی میں رکھی تھی۔ اور عنبر کی طرف مسکرا مسکرا کر دیکھ رہا تھا

بلکہ دربار میں داخل ہوتے دیکھ کر اس نے عنبر کو گلے لگا لیا تھا اور مبارک باد دی تھی۔

"تم نے بہادری کا کام کیا ہے عنبر' فرعون کی جان بچا کر تم نے اس کی محبت اور خوشنودی حاصل کر لی ہے۔ میری دعائیں تمہارے ساتھ رہیں گی۔ تم بہت ترقی کرو گے"۔

"شکریہ قہرمان، تم میرے جگری دوست ہو۔ اس وقت اگر تمہیں خوشی نہیں ہو گی تو پھر کس کو خوشی ہو گی۔ میں تمہاری دعاؤں کے لیے تہہ دل سے شکر گزار ہوں"۔

اس کے باوجود عنبر کا دل بھی قہرمان کی طرف سے صاف نہیں تھا۔ اسے معلوم تھا کہ قہرمان اس سے ناراض ہے کیوں کہ اس نے فرعون کی جان بچا کر قہرمان کے منصوبے پر پانی پھیر دیا ہے۔ لیکن اوپر سے وہ بھی قہرمان سے خندہ پیشانی کے ساتھ باتیں کر رہا تھا۔

اتنے میں بڑے زور سے سینکڑوں نفیریوں نے بج کر فرعون مصر
کے دربار میں تشریف لگانے کا اعلان کیا۔ سارا دربار ادب سے اٹھ
کھڑا ہو گیا۔ اس سے پہلے جب فرعون مصر دربار میں داخل ہوتا تھا تو
سارے درباری سجدے میں گر جایا کرتے تھے۔ لیکن اخناتون نے
انہیں ایسا کرنے سے منع کر دیا تھا کیونکہ اس کے خیال میں انسان کو
سجدہ صرف خدا کے سامنے کرنا چاہیے۔ کم خواب اور اطلس کی والدہ
ملکہ مصر نفریتی کے ساتھ خدمت گاروں اور محافظوں کے جلو میں دریا
میں داخل ہوا۔ ہر طرف ایک رعب سا چھا گیا۔ دربار میں سناٹا طاری
ہو گیا۔ فرعون اور ملکہ بیش قیمت سونے کے تاروں میں منڈھا ہوا
شاہی لباس اور سنے کے تاج پہنے تخت پر آ کر بیٹھ گئے۔

خدام ادب سے ایک طرف سر جھکائے کھڑے ہو گئے۔ غلاموں
نے مورچھل ہلانے شروع کر دیے۔ درباری فرعون کا اشارہ پا کر اپنی

اپنی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ دربار میں گہری خاموشی طاری ہو گئی۔ اس
وقت کوئی زیادہ زور سے سانس بھی لیتا تو اس کی آواز بھی آ جاتی وزیر
دربار نے آگے بڑھ کر تخت کو بوسہ دیا اور عرض کی۔

"ملکہ نوبیہ کی جانب سے حضور کی خدمت میں تحائف پیش
خدمت ہیں"۔

اس کے ساتھ ہی اشوری اور سوڈانی غلام سروں پر سونے چاندی
کے طشت لیے آئے اور بادشاہ اخناتون کی خدمت میں رکھتے گئے۔
یہ طشت چین کے سلک، سوڈان کے سیاہ چیتوں کی کھالوں، بحیرہ روم
کے عود و عنبر، یمن کے سچے موتیوں، سمرقند کے سیاہ ہرن کی کستوری،
افریقہ کے جواہرات اور گولکنڈہ کے زمرد اور نوبیہ کے کانوں سے نکلے
ہوئے سونے کے سکوں سے بھرے ہوئے تھے۔ اس کے بعد میریا
کے شہنشاہ کی طرف سے ہندی اور بابلی کنیزوں کا تحفہ پیش کیا گیا جسے

اخناتون نے شکریے کے ساتھ واپس کر دینے کا حکم دیا۔

''سیمریا کے شہنشاہ کو ہماری طرف سے شکریے کا پیغام دینے کے بعد کہا جائے کہ ہم نے اپنی تمام کنیزوں کو آزاد کر دیا ہے ہمیں اس قسم کے تحفوں کی ضرورت نہیں ہے''۔

سیمریا کے سفیر نے ادب سے سر جھکا کر کہا:

''جو حکم شہنشاہ جہاں''۔

فرعون اخناتون کے وزیر دربار نے ایک ملک شام کی جانب سے موصول ہوئے تحفوں کو پیش کرنا چاہا تو فرعون نے ہاتھ کے اشارے سے اسے منع کر دیا اور کہا:

'اس نوجوان کو پیش کیا جائے جس نے کل رات صحرا میں ہماری جان بچائی تھی''۔

دربار میں ایک دم سناٹا چھا گیا۔ سپہ سالار قہرمان کا چہرہ زرد پڑ

گیا۔ بڑے پجاری ارشمس کا بھی رنگ اتر گیا۔ انہیں یوں محسوس ہوا جیسے فرعون پر ان کی سازش کا راز کھل گیا ہے اور ابھی وہ ان دونوں کے قتل کا حکم دے دے گا۔ قہرمان نے سوچا کہ اگر اس کے قتل کا حکم صادر کر دیا گیا تو وہ اسی وقت آگے بڑھ کر فرعون کو قتل کر دے گا اور تخت پر قبضہ کر لے گا۔ پھر جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ قہرمان ایک دلیر سپہ سالار تھا۔ اس میں ایسا کر گزرنے کی جرات تھی۔ وزیر دربار نے عصا فرش پر مارتے ہوئے کہا:

''نوجوان عنبر کو حضور شہنشاہ پیش کیا جائے''۔

درباریوں کی قطار میں سے ایک کرسی پر سے عنبر اٹھا اور فرعون کے سامنے آ کر تین بار ادب سے سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔ فرعون نے کہا:

''ہمیں معلوم ہے کہ ہمارے خلاف کچھ لوگوں نے محض اس لیے

سازش کی اور ہمیں ہلاک کرنے کی کوشش کی کہ ہم نے ملک سے
جہالت دور کر کے ایک خدائے بزرگ و برتر کی پرستش کا حکم صادر کیا
ہے۔ ہم نے اپنے ملک، اپنی قوم اور اپنے مذہب کو گناہ سے بچالیا
ہے۔ ہم نے ایک نیک قدم اٹھایا ہے۔ ہم اس سے پیچھے نہیں ہٹیں
گے۔ خدا کو ہماری زندگی منظور تھی۔ اس نے ہمیں اس نوجوان کو بھیج کر
بچالیا۔ ہم اس نوجوان سے خوش ہیں اور آج بھرے دربار میں اعلان
کرتے ہیں کہ آج سے عنبر ہمارا شاہی حکیم ہوگا''۔

اس اعلان کے ساتھ ہی خدمت گاروں نے نفیریاں زور زور
سے بجا کر عنبر کے شاہی حکیم بنائے جانے کا اعلان کر دیا۔ فرعون نے
اپنے گلے سے ہیرے موتیوں کا بڑا ہی قیمتی ہار اتار کر خود عنبر کے گلے
میں ڈالا۔

''یہ ہماری طرف سے تمہیں انعام ہے۔ آج سے تم ہمارے

دربار کے اعلیٰ عہدے پر مامور ہو گے۔ تم شاہی خاندان کا علاج کرو
گے۔ اس کے علاوہ تم ہمارے دوست بھی ہو گے''۔

عنبر نے ہاتھ باندھ کر عرض کیا:

''شاہ معظم! آپ نے مجھے جس عزت سے نوازا ہے میں اس کے
لیے آپ کا ممنون ہوں۔ خدا نے چاہا تو میں اس خدمت پر پورا
اتروں گا''۔

فرعون نے اعلان کیا:

''دربار برخاست کیا جاتا ہے''۔

ملکہ نفریتی اس وقت سے عنبر کو بڑے غور سے دیکھ رہی تھی۔ اس کی
ممتا نے ایک بار پھر جوش مارا تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے یہی وہ
عنبر جو اس کا بیٹا تھا۔ دربار برخاست ہو گیا۔ فرعون ملکہ کو ساتھ لے کر
اپنے شاہی ایوان کی طرف چل دیا۔ درباریوں نے آگے بڑھ کر عنبر کو

مبارک باد دی۔ بڑے پجاری نے حسد کی نظر سے عنبر کو دیکھا۔ قہرمان نے منافقت سے کام لیتے ہوئے عنبر کو گلے سے لگالیا اور کہا:

''مبارک ہو عنبر، رب عظیم کی قسم آج کا دن میری زندگی کا حسین ترین دن ہے۔ تم اسی لائق تھے کہ تمہیں شاہی حکیم کا عہدہ دیا جاتا۔ آج تمہارے اعزاز میں ایک زبردست دعوت ہوگی''۔

یہ شاندار دعوت قہرمان کے اپنے عالی شان مکان میں دی گئی۔ اس میں درباریوں کے علاوہ شہر کے تمام معززترین لوگ بھی شریک تھے۔ ہر طرف کھانے پینے کے طشت لگے تھے۔ مہمان قہقہے لگاتے، باتیں کرتے کھا رہے تھے۔ اس دعوت میں طلالہ بھی موجود تھی۔ عنبر نے اس کی طرف دیکھا تو وہ مسکرا کر آگے بڑھی اور اس نے عنبر کو مبارکباد دی۔

''مبارک ہو عنبر تمہیں! امید ہے تم ہم لوگوں کا دربار میں ضرور

خیال رکھو گے''۔

عنبر نے کوئی جواب نہ دیا اور آگے نکل گیا اور درباریوں کے ساتھ باتیں کرنے لگا۔

طلالہ نے قہرمان کو ہاتھ کے اشارے سے ایک طرف بلایا:

''کیا بات ہے طلالہ؟ عنبر تم سے ناراض کیوں ہے؟ میں ایک عرصے بعد تم سے مل رہا ہوں۔ کیا کوئی جھگڑا ہو گیا تھا؟''

طلالہ نے کہا:

''ادھر انجیر کے درختوں میں آجاؤ۔ میں تم سے ایک راز کی بات کہنا چاہتی ہوں''۔

قہرمان طلالہ کے ساتھ اس طرف ہو گیا جہاں انجیر کے درختوں کا جھنڈ تھا اور سنگ مرمر کے چبوترے پر بیٹھ گیا۔

''کہو وہ کون سی راز کی بات ہے؟ جو تم مجھے کہنا چاہتی ہو''۔

www.paksociety.com

طلالہ نے ادھر ادھر غور سے دیکھا اور کہا:

''سنو قہرمان' جس نوجوان عنبر کو تم اپنا دوست سمجھتے ہو وہ کس کا بیٹا ہے؟''۔

قہرمان نے بڑے سکون سے کہا:

''رجال ماہر تعمیرات کا بیٹا ہے''۔

''غلط ہے۔ وہ رجال کا بیٹا نہیں ہے''۔

قہرمان نے مذاق سے قہقہہ لگا کر کہا:

''تو کیا وہ تمہارا بیٹا ہے؟''۔

طلالہ بولی:

''مذاق کا وقت نہیں ہے قہرمان' میری بات غور سے سنو۔ عنبر مصر کا شہزادہ ہے۔ اس کے پاس شاہی خاندان کی مہر ہے''۔

قہرمان چونک پڑا:

''کیا کہا؟ عنبر مصر کا شہزادہ ہے؟''

''ہاں' اس کے پاس فرعون کی شاہی مہر ہے''۔

''تمہیں کیسے معلوم ہوا؟''

''وہ مہر عنبر نے خود مجھے دکھائی تھی''۔

اس کے بعد طلالہ نے قہرمان کو ساری کہانی سنا ڈالی کہ کس طرح عنبر نے اس سے شادی کی خواہش کی۔ طلالہ نے اس سے جراحی کے آلات چھپا کر اپنے غلاموں سے کہہ کر اسے مکان سے باہر پھنکوا دیا اور پھر کس طرح عنبر نے اسے شاہی مہر دکھا کر کہا کہ طلالہ نے جس نوجوان کے ساتھ شادی کرنے سے انکار کیا ہے وہ مصر کا شہزادہ ہے۔

قہرمان سوچنے لگا۔ پھر ہاتھ ہلا کر بولا:

''نہیں نہیں' یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں بچپن سے عنبر کو جانتا ہوں۔ وہ رجال کے گھر میں پیدا ہوا۔ ہم دونوں چھوٹے چھوٹے تھے جب

دریا کنارے کھیلا کرتے تھے۔ پھر وہ بھلا مصر کا شہزادہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ اس نے وہ مہر کہیں سے چرائی ہوگی"۔

"بہر حال جو کچھ بھی ہو۔ فرعون کی شاہی مہر اس کے پاس موجود ہے۔ تمہیں اس سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے قہرمان"۔

قہرمان نے حسب عادت ایک زوردار قہقہہ لگایا اور کہا:

"طلالہ، قہرمان ایک دلیر سپہ سالار ہے۔ وہ کسی سے خوف نہیں کھاتا، ہاں لوگوں کو اس سے ضرور ڈرنا چاہیے"۔

وہ دعوت میں آ گئے۔ قہرمان عنبر کے ساتھ باتیں کرنے لگا۔ پھر وہ اسے ایک طرف لے گیا۔ اس کے دل میں طلالہ کی بات نے ایک الجھن سی پیدا کر دی تھی۔ یہ ٹھیک ہے کہ وہ کسی سے خوف نہیں کھاتا تھا مگر عنبر کے پاس فرعون کی شاہی مہر کا ہونا خطرے سے خالی نہیں تھا اور اگر کسی طرح یہ مہر قہرمان کے پاس آ جائے تو وہ اس سے بڑا فائدہ اٹھا

سکتا تھا۔ اس نے عنبر سے کہا:

"عنبر، تم میرے بچپن کے دوست ہو۔ اگر میں تم سے کوئی بات پوچھوں تو کیا سچ سچ بتاؤ گے؟"۔

"ضرور سچ سچ بتا دوں گا۔ تم مجھ سے کیا پوچھنا چاہتے ہو؟"

"کیا تمہارے قبضے میں فرعون کی شاہی مہر ہے؟ اور اگر ہے تو تم نے وہ کہاں سے حاصل کی تھی؟"

شاہی مہر کا حال عنبر کسی حالت میں بھی قہرمان کو نہیں بتانا چاہتا تھا۔ اس نے اس کے سوال میں فوراً کہا:

"تمہیں کسی نے غلط کہا ہے دوست، میرے پاس بھلا شاہی مہر کہاں سے آ سکتی تھی؟"۔

"مجھے طلالہ نے کہا ہے"۔

عنبر قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

''اب سمجھا' میں نے طلالہ کو ایک جھوٹی مہر دکھائی تھی۔ اس نے میرے ساتھ شادی کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ میں نے اس کو جلانے کے لیے کہا تھا کہ میرے پاس شاہی مہر ہے اور یہ کہ میں مصر کا شہزادہ ہوں۔ کمال ہے قہرمان' تم نے یقین بھی کر لیا۔

آخر میں تمہارے ساتھ پلا بڑھا ہوں۔ کیا تمہیں یقین آ سکتا ہے کہ میں مصر کا شہزادہ ہوں''۔

''یہی تو میں بھی حیران تھا کہ عنبر میری آنکھوں کے سامنے پل بڑھ کر میرے ساتھ ہی جوان ہوا۔ پھر بلا وہ مصر کا شہزادہ کیسے ہو گیا؟''۔

عنبر نے رب عظیم کا شکریہ ادا کیا کہ قہرمان کے دل میں طلالہ نے اپنی مکاری سے جو بات ڈالی تھی وہ اس نے بڑی حکمت عملی اور ہوشیاری سے نکال دی تھی۔ لیکن یہ اس کا وہم تھا۔ اس لیے کہ قہرمان

کے دل میں عنبر کے بارے میں شک ضرور پیدا ہو گیا تھا۔ آخر اس کے پاس شاہی مہر کہاں سے آ گئی تھی؟ قہرمان نے اس بارے میں پوری تحقیق کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

رات گئے دعوت ختم ہو گئی۔ عنبر اپنی حویلی میں آ کر لیٹ گیا۔ وہ بڑا تھکا ہوا تھا اسے بہت جلد نیند آ گئی۔ دوسرے روز وہ شاہی لباس پہن کر شاہی رتھ میں سوار ہو کر فرعون کے دربار میں پہنچ گیا۔ اسے تمام درباریوں نے پہلے روز دربار میں آنے پر مبارک باد دی۔ عنبر کی نگاہیں قہرمان کو تلاش کر رہی تھیں مگر وہ اسے کہیں بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ عنبر کے قریب سے بڑا پجاری شاہی عصا ہاتھ میں لیے منہ ہی منہ میں کوئی منتر پڑھتا گزرا۔ عنبر نے اس قہرمان کے بارے میں پوچھا:

''مقدس پروہت' کیا آپ کو معلوم ہے قہرمان کہاں ہے؟''

بڑے پجاری نے رک کر عنبر کی طرف نگاہیں اٹھائیں اور بڑی رعونت سے کہا:

"ہمیں سپہ سالار سے کیا کام، ہمیں کیا معلوم کہ وہ کہاں ہے؟"

اتنا کہہ کر پجاری آگے بڑھ گیا۔ عنبر سوچتا رہا کہ بڑے پجاری کی اس رعونت اور تکبر کی وجہ کیا ہو سکتی ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ عنبر سے نفرت کرتا ہو۔ اس لیے کہ قہرمان نے اسے اپنے ساتھ ملا لیا ہو۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے فرعون کو قتل کرنے کی سازش میں بڑے پجاری کا بھی ہاتھ تھا۔

ایک سیاہ چشم کنیز عنبر کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کر کے آگے نکل گئی۔ پہلے تو عنبر ذرا ٹھٹھکا۔ اس خیال سے کہ درباری اسے ایک کنیز کے پیچھے جاتے کیا خیال کریں گے۔ مگر کنیز نے ستونوں کے پیچھے کھڑے ہو کر اسے دوبارہ اشارہ کیا تو وہ رک نہ سکا۔ آگے بڑھ کر اس

نے کنیز کے پیچھے پیچھے چلنا شروع کر دیا۔ کنیز اسے لے کر شاہی محل کے پچھلے حصے کی طرف لے آئی۔ یہاں ایک باغ تھا جس میں دنیا بھر کے درخت اور پھول دار پودے لگے تھے۔ سنگ مرمر کے فوارے جگہ جگہ چل رہے تھے۔ ایک عالی شان بارہ دری کے اندر سنگ مرمر کے چبوترے پر فرعون کا بت لگا ہوا تھا۔ دائیں جانب شاہی محل کے زنانہ حصے کا پچھواڑہ تھا۔ اس محل میں ملکہ اپنی بے شمار کنیزوں، خادماؤں اور ماماؤں کے ساتھ رہتی تھی۔ دروازوں پر سیاہ فام حبشی غلاموں کے پہرے لگے تھے۔ یہ حبشی پہرے دار ننگی تلواریں لیے چاق و چوبند کھڑے پہرہ دے رہے تھے۔ عنبر ایک پل کے لیے رک گیا۔ کنیز نے عنبر کو رکتے دیکھا تو قریب آ کر کہا:

"میرے آقا! بے فکر ہو کر آگے بڑھیے۔ ملکہ عالیہ آپ کی راہ دیکھ رہی ہیں۔"

عنبر کا دل دھڑکنے لگا تو گویا وہ عرصہ پندرہ برس کے بعد اپنی حقیقی ماں کو ملنے جا رہا تھا۔ اس کا دل ماں کی محبت سے لبریز ہو گیا۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا اور چپ چاپ کنیز کے پیچھے پیچھے چلتا محل میں داخل ہو گیا۔ حبشی غلاموں نے کنیز کے ساتھ عنبر کو دیکھ کر سر جھکائے اور پرے ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ جیسے عنبر کو ملکہ کے محل میں داخل ہونے کے لیے راستہ دے رہے ہوں۔ عنبر محل کی چوڑی چوڑی خوبصورت سیڑھیاں چڑھتا اوپر کی منزل میں آ گیا۔ یہاں سنگ مر مر کے ستونوں کے درمیان ایک غلام گردش مغربی دالان کی طرف نکل گئی تھی۔ اس دالان کے آخر میں ملکہ کا شاہی کمرہ تھا۔ اس کمرے کے باہر خواجہ سرا پہرہ دے رہے تھے۔ عنبر کو کنیز کے ساتھ آتے دیکھ کر انہوں نے دروازہ کھول دیا۔

اندر ایک عالی شان تخت پر ملکہ مصر بیٹھی تھیں۔ وہ ادھیڑ عمر ہو رہی تھیں۔ چہرے پر بڑھاپے کے آثار نمایاں ہونا شروع ہو گئے تھے۔ ملکہ نے عنبر کو غور سے دیکھا اور ہاتھ کے اشارے سے بیٹھ جانے کا حکم دیا۔

فرعون کا قتل

ملکہ نفریتی نے اشارے سے کنیز کو باہر چلے جانے کو کہا۔

کنیز سر جھکا کر شاہی حجلے سے باہر نکل گئی۔ اب کمرے میں ماں بیٹا دونوں اکیلے تھے۔ ملکہ نے عنبر کو اپنے پاس بلا کر بٹھایا اور کہا:

''عنبر' کیا تمہیں یقین ہے کہ تم رجال کے بیٹے ہو؟''

عنبر نے ایک نظر ملکہ کو' اپنی ماں کو دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس کا دل ماں کے قدموں پر نچھاور ہونے کو بے تاب

ہو گیا۔ اس نے سر جھکا لیا۔ ملکہ نے اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ لیے تھے۔ اس نے عنبر کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔ عنبر نے اپنے خون میں ماں کی ممتا کو محسوس کیا۔ اس نے آنسو بھری پلکیں اٹھا کر کہا:

''ملکہ عالیہ' مجھے درویش اناطول نے بتایا ہے کہ میں ایک ننھی سی کشتی میں دریائے نیل کی موجوں پر بہتا چلا جا رہا تھا کہ ایک صبح میرے ماں باپ نے مجھے وہاں سے اٹھا لیا اور گھر لا کر پرورش شروع کر دی''۔

ملکہ کی پلکوں پر آنسوؤں کے ستارے لرزنے لگے۔ اس نے کہا:

''اس کشتی میں ایک شاہی مہر بھی تھی''۔

''وہ مہر میرے پاس موجود ہے ملکہ عالیہ' میرا باپ مرتے وقت وہ مجھے دے گیا تھا اور ایک خط میں یہ لکھ گیا تھا کہ میں اس کا بیٹا نہیں ہوں بلکہ مصر کے شہزادوں میں سے ہوں''۔

عنبر نے شاہی عبا کی جیب میں سے باپ کا خط اور شاہی مہر نکال
کر ملکہ کے سامنے رکھ دی۔ ملکہ نے خط کو غور سے پڑھا۔ پھر شاہی مہر
کو دیکھا اور ’’میرے بیٹے‘‘ کہہ کر عنبر کو اپنے سینے سے لگا لیا دونوں
ماں بیٹے کی آنکھوں سے آنسوؤں کی ندیاں بہہ رہی تھیں۔ پندرہ
برس کے بعد ماں اور بیٹے کا ملاپ ہوا تھا۔ وہ کتنی دیر ایک دوسرے
کے پاس بیٹھے ممتا بھری باتیں کرتے رہے۔

’’میرے بیٹے! اگر تیرے باپ نے تمہیں قتل کرنے کا حکم نہ دے
رکھا ہوتا تو میں تمہیں کیسے اپنے سے جدا کرتی؟ میں نے کلیجے پر پتھر
باندھ کر تمہیں دریا کے سپرد کیا تھا میں نے اپنے رب عظیم کے حضور دعا
کی تھی کہ وہ تمہاری رکھوالی کرے اور تمہیں جلد مجھ سے ملا دے۔ رب
عظیم نے آج میری دعا قبول کر لی ہے۔ آج کا دن میری زندگی کا
سنہری دن ہے۔ خوش قسمت دن ہے۔ میرے جگر کا ٹکڑا پھر مجھ سے

آن ملا ہے‘‘۔

عنبر نے اپنی ماں کا ہاتھ اپنی آنکھوں پر لگاتے ہوئے کہا:

’’ماں! میں بھی اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ اتنے عرصے
کے بعد تم سے آن ملا۔ اگر میرا باپ زندہ ہوتا تو میں کبھی اپنی ماں سے
نہ مل سکتا تھا‘‘۔

ملکہ نے اسی وقت شارمین کو طلب کیا۔ شارمین بھی ادھیڑ عمر کی
ہو چکی تھی۔ وہ اندر آئی تو ملکہ نے کہا:

’’شارمین! یہ میرا بیٹا عنبر ہے۔ تم نے ہی اسے کشتی میں سوار کیا تھا
جب اس کی عمر بمشکل ایک دن تھی۔ کیا وہی ناک نقشہ نہیں ہے میرے
بچے کا؟‘‘۔

شارمین نے کہا:

’’ملکہ عالیہ! میں تو پہلے ہی آپ سے کہتی تھی کہ عنبر آپ ہی کا بیٹا

ہے۔اس کی آنکھیں نیلی ہیں اور آپ کے بچے کی آنکھیں بھی نیلی تھیں اور پھر شاہی مہر سوائے آپ کے بچے کے اور کسی کے پاس نہیں ہو سکتی“۔

”شارمین‘ عنبر مجھے مل گیا۔ میرا بیٹا مجھے واپس مل گیا۔ اگر میں اپنے بیٹے کو دیکھے بغیر مر جاتی تو میری روح کو کبھی سکون نصیب نہ ہوتا۔اب میں آرام سے مر سکوں گی“۔

عنبر نے اپنی ماں کا ہاتھ تھام کر کہا:

”ایسا نہ کہو میری ماں‘ میں تمہیں ہرگز ہرگز مرنے نہیں دوں گا“۔

ملکہ نے سرد آہ بھر کر کہا:

”تمہیں کیا معلوم کہ میرے اور فرعون مصر اخناتون کے قتل کے لیے دربار میں کیسی کیسی گھناؤنی سازشیں ہو رہی ہیں۔اخناتون بھولا بھالا فرعون ہے۔ دربار کے اکثر لوگ اس کے خلاف ہو گئے ہیں اور

بڑا پجاری سپہ سالار کے ساتھ مل کر بغاوت کا منصوبہ بنا رہا ہے“۔

عنبر نے کہا:

”مجھے اس کی خبر ہے ملکہ عالم“۔

”پھر تم اس کے لیے کیا کر سکتے ہو بیٹا؟ دراصل ہم سب کو مل کر اس سازش کو ناکام بنا دینا چاہیے۔قہرمان ایک زبردست چال چل رہا ہے۔اس کا ارادہ فرعون مصر اور مجھے قتل کر کے تخت پر زبردستی قبضہ حاصل کرنا ہے“۔

”وہ اپنے ناپاک ارادوں میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکے گا ماں‘ میں اس کا مقابلہ کروں گا۔آپ اس کا مقابلہ کریں گے۔ہم سب مل کر اس کا مقابلہ کریں گے“۔

”بڑا پجاری اور فوج کا بہت بڑا حصہ اس کے ساتھ ہے عنبر“۔

”پھر کیا ہوا ماں‘ ہم ہر حالت میں قہرمان کے ناپاک عزائم کا

مقابلہ کریں گے"۔

ملکہ نفریتی نے اپنے بیٹے' اپنے شہزادے کا ماتھا چوم کر کہا:

"تم واقعی میرے بہادر بیٹے ہو عنبر۔ تم ایک دلیر اور جرات مند شہزادے ہو۔ میں جانتی ہوں، تم اپنے ماں باپ کے تخت و تاج اور عزت پر آنچ نہ آنے دو گے۔ مگر تم قہرمان اور بڑے پجاری کی طاقت کا غلط اندازہ لگا رہے ہو۔ ان دونوں کے درباریوں کی ایک بڑی تعداد کو اپنے ساتھ ملا رکھا ہے۔ ان کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمیں بڑی ہوشیاری اور سیاست سے کام لینا پڑے گا"۔

"تم مجھے جیسا حکم کرو۔ میں تیار ہوں ماں"۔

"میرے خیال میں ہمیں چھوٹے پجاری اور وزیر دربار کو ساز باز کر کے اپنے ساتھ شامل کر لینا ہوگا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو قہرمان اور بڑے پجاری کے خلاف بڑی آسانی سے صف آرا ہو جائیں گے۔

یہ میرا کام ہے۔ میں آج ہی ان دونوں کو الگ الگ بلا کر ان سے بات کرتی ہوں"۔

"آخر انہیں کیا پڑی ہے ماں کہ وہ سپہ سالار اور بڑے پروہت کے خلاف محاذ کھولیں گے؟"

"میں وزیر دربار کے بیٹے کو سپہ سالار بنا دوں گی اور چھوٹے پجاری بڑے پروہت کا درجہ دے دوں گی"۔

"میرے خیال میں یہ حکمت عملی مناسب رہے گی"۔

ملکہ نے سوچ کر کہا:

"ایک بات کا ہمیں خاص خیال رکھنا چاہیے۔ ابھی دربار میں کسی پر یہ راز نہیں کھلنا چاہی کہ تم شہزادے ہو اور مجھ سے مل چکے ہو۔ اسی لیے میں نے تمہیں آج بڑے خفیہ طریقے سے محل میں منگوایا ہے"۔

"ایسا ہی ہوگا ماں"۔

''اب میرے بیٹے تم جا سکتے ہو۔کل شام تم مجھ سے ملنے آنا میں تمہارا انتظار کروں گی''۔

''جو حکم ملکہ عالیہ''۔

عنبر ماں کے قدموں کو ہاتھ لگا کر واپس آ گیا۔تھوڑی دیر بعد دربار لگا۔فرعون مصر اخناتون اور ملکہ نفریتی نفریوں کے شور میں تخت پر آ کر جلوہ افروز ہوئے۔ دربار میں فرعون نے دوسرے اعلیٰ درباریوں کے ساتھ عنبر کو بھی کرسی پیش کی اور ضروری کارروائی کے بعد دربار برخاست ہو گیا۔

اس دوران میں ملکہ نفریتی نے عنبر کی طرف دو ایک بار غور سے دیکھا۔جیسے اسے کہہ رہی ہو''میرے بیٹے ابھی کسی پر ماں بیٹے کے ملاپ کا راز نہ کھلے''۔

دربار برخاست ہونے کے بعد قہرمان نے عنبر سے ادھر ادھر دو

تین باتیں کیں اور رخصت لے کر شاہی مہمان خانے کی طرف چلا گیا۔شاہی مہمان خانے کے باہر انجیر کے درختوں کے جھنڈ میں پجاری اور فرعون کا ایک خاص ملازم ایک رتھ پر بیٹھے قہرمان انتظار کر رہے تھے۔قہرمان اسے ساتھ لے کر قلعے کی طرف روانہ ہو گیا۔قلعے کے شمالی برج کے نیچے ایک پرانے اہرام کے کھنڈر میں انہوں نے اپنی خفیہ ملاقات شروع کر دی۔اس ملاقات میں یہ طے پانا تھا کہ کس وقت آج رات فرعون مصر اور ملکہ مصر کو ہلاک کر دیا جائے۔

''میرے خیال میں آدھی رات کے بعد انہیں زہر دے کر ہلاک کر دینا چاہیے''۔

یہ رائے بڑے پجاری نے دی تھی۔قہرمان سوچنے لگا۔وہ ایک ہی وقت میں دونوں کو ہلاک کرنے کے حق میں تھا اور اس کے لیے رات کے شروع کا حصہ اس کے خیال میں بے حد موزوں تھا۔اس

نے فرعون کے خاص ملازم کو سونے کے سکوں کی ایک تھیلی دیتے ہوئے کہا:

"یہ لو اپنا اور کام خوش اسلوبی سے ختم کرنے کے بعد تمہیں ترقی دے کر داروغہ مطبخ بنا دیا جائے گا۔ تمہارا یہ کام ہے کہ رات کو جب بادشاہ اور ملکہ کھانا کھانے بیٹھیں تو تم سب کی آنکھ بچا کر صرف بادشاہ اور ملکہ کے کھانے میں یہ زہر ملا دو۔ یہ زہر پھیکا ہے اور اس کا اثر ایک پل کے اندر اندر ہو جاتا ہے۔ اگر تم نے یہ کام کامیابی سے کر دیا تو تمہیں اور انعام دیا جائے گا"۔

فرعون کے ملازم خاص نے زہر کی چمڑے کی بوتل قہرمان سے لے کر اپنی جیب میں رکھتے ہوئے کہا:

"رب زیوس کی قسم! آج کی رات فرعون اور ملکہ کی آخری رات ہوگی۔ کل وہ اس دنیا میں نہیں ہوں گے"۔

"شاباش"

اس کے بعد بڑے پجاری اور قہرمان نے آپس میں کچھ دیر صلاح مشورہ کیا اور پھر واپس روانہ ہو گئے۔ قہرمان نے ایک بڑا زبردست منصوبہ بنایا تھا۔ فرعون کی حکومت کا تختہ الٹنے کے لیے یہ ایک بڑی ہی خوفناک سازش تھی۔ قہرمان کا منصوبہ یہ تھا کہ فرعون اور ملکہ کے ہلاک ہوتے ہی فوراً ان کی موت کا اعلان کر کے تخت پر قبضہ حاصل کر لیا جائے۔ ملک کی تمام سرحدیں بند کر دی جائیں۔ غیر ملکی سفیروں کی حویلیوں کے باہر پہرہ لگا دیا جائے اور فرعون کے حامیوں کو فوراً سرعام قتل کر دیا جائے۔ یہ ایک گھناؤنی سازش تھی جس سے بے خبر فرعون بڑے سکون سے اپنے محل کی عبادت گاہ میں رب عظیم کی عبادت کر رہا تھا۔ وہ بڑے عجز و انکسار کے ساتھ دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے، سر جھکائے دعا مانگ رہا تھا۔ دوسری طرف ملکہ

نفریتی اپنی خواب گاہ میں خرطوم کے ریشمی پردوں کے پیچھے عود و عنبر کی خوشبوؤں میں آرام دہ مسہری پر بیٹھی شارمین کے ساتھ باتیں بھی کر رہی تھی اور خراسانی ہرن کی اون کے بٹے ہوئے دھاگے سے بنائی بھی کر رہی تھی۔

ملکہ نفریتی نے شارمین کو سارے راز سے آگاہ کر رکھا تھا۔ اس نے وزیر دربار اور نائب پجاری کو بلا کر ان سے ساری بات طے کر لی تھی۔ انہیں تیار کر لیا تھا کہ وہ قہرمان اور بڑے پجاری کے خلاف ہر قسم کی سازش میں ان کا ساتھ دیں۔ دونوں درباری ملکہ کے سامنے سر جھکا کر راضی بہ رضا ہو گئے تھے۔ مگر قسمت ملکہ کے ان تمام منصوبوں پر مسکرا رہی تھی۔ جوں جوں شام کے کھانے کا وقت قریب آ رہا تھا، ملکہ کی موت کا وقت بھی قریب آتا جا رہا تھا۔

رات کا کھانا فرعون اخناتون اور ملکہ نفریتی ہمیشہ مل کر کھاتے

تھے۔ حسب معمول جب رات کے کھانے کا وقت آیا تو کنیزوں نے سونے کی سلفچی لا کر ملکہ مصر کے ہاتھ دھلائے اور انہیں کاشان کی ریشمی شال سے پونچھ کر خشک کیا۔ پھر ملکہ کے بالوں میں کنول کے سفید پھولوں کا گجرا سجایا اور اس کی ریشمی عبا تھام کر کھانے کے کمرے کی طرف چل پڑیں۔ کھانے کے کمرے میں ایک طرف سے ملکہ مصر اور دوسری طرف سے فرعون مصر داخل ہوا۔ دونوں ایک جگہ پہنچ کر ایک دوسرے کے ساتھ مل گئے۔ وسط میں سونے چاندی کی طشتریوں میں قسم قسم کے کھانے سجے ہوئے تھے۔ ایسے کھانے کبھی کسی بادشاہ کی میز پر بھی کم دیکھنے میں آئے ہوں گے۔ دنیا کا کوئی پرندہ ایسا نہیں تھا جس کا بھنا ہوا گوشت وہاں موجود نہ تھا۔ کوئی مٹھائی اور پھل ایسا نہیں تھا جو وہاں میز پر موجود نہ ہو۔ ملکہ مصر اور فرعون اخناتون ساتھ ساتھ کھانے کی میز پر بیٹھ گئے۔ نوکروں نے کھانا ڈالنا شروع کر دیا۔

فرعون کا ملازم خاص اپنی مکار آنکھوں سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے مناسب وقت کا انتظار کر رہا تھا۔ اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ بادشاہ اور ملکہ کو سوڈان کے سیاہ انگوروں کا رس بہت پسند ہے اور کھانے کے بعد وہ انگور کے رس کا ایک ایک گلاس ضرور پیتے ہیں۔

اس ملازم خاص نے زہر اسی وقت کے لیے بچا کر رکھا ہوا تھا۔ کھانے کی محفل کوئی دو گھنٹے تک جاری رہی۔ فرعون اور ملکہ کھانا بھی کھاتے رہے اور باتیں بھی کرتے رہے۔ اس اثنا میں قہرمان فوج کے دستوں میں اپنے خاص فوجی افسروں کو ضروری ہدایات دے چکا تھا۔ بڑے پجاری نے بھی دربار کے اپنے مخصوص طبقے کو اپنے ساتھ کر لیا تھا۔ قہرمان بادشاہ کے محل کی بارہ دری میں بڑے پجاری کے ساتھ چھپ کر بیٹھا فرعون اور ملکہ مصر کے ہلاک ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔

کھانے کے بعد جب انگور کا رس پینے کا وقت آیا تو بادشاہ نے ملازم خاص کی طرف اشارہ کیا۔ ملازم خاص نے ادب سے سر جھکایا اور پردے کے پیچھے جا کر جیب سے زہر کی بوتل نکالی۔ اور دونوں گلاسوں میں زہر کا ایک ایک قطرہ انڈیل دیا۔ یہ زہر بے حد زہر قاتل تھا اور اس کا ایک قطرہ پچاس آدمیوں کو ہلاک کر سکتا تھا۔ انگور کے رس میں زہر ملا کر ملازم خاص سونے کے طشت میں دونوں گلاس سجا کر باہر آ گیا۔ جھروکے کی جالیوں میں سے بڑا پجاری اور قہرمان یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا۔ جوں جوں فرعون اور ملکہ کی موت کی گھڑی قریب آ رہی تھی۔ ان کے دل کی دھڑکنوں کی رفتار تیز ہوتی جا رہی تھی۔ جب انہوں نے ملازم خاص کو انگوروں کا رس بادشاہ اور ملکہ کی طرف بڑھاتے دیکھا تو دم بخود سے ہو کر نتیجے کے سامنے کا انتظار کرنے لگے۔ ایک پل کے اندر نتیجہ ان کے سامنے آنے والا تھا۔ قہرمان ایک

پل کے بعد مصر کا بادشاہ بننے والا تھا۔ شاہی تخت و تاج کا مالک بننے والا تھا۔

ملکہ اور فرعون اخناتون نے انگوروں کے سیاہ میٹھے، مگر زہر آلود رس کے گلاسوں کو ہاتھوں میں تھام کر ایک دوسرے کی طرف مسکرا کر دیکھا اور کہا۔۔۔ اسے غٹا غٹ پی گئے۔ اس سے بے خبر کہ ان گلاسوں میں بڑا مہلک زہر ملا ہوا تھا۔ بادشاہ اور ملکہ نے اس کے گلاس ہونٹوں سے لگائے ہی تھے کہ ملازم خاص فوراً دوسری کمرے میں روپوش ہو گیا۔ جوں ہی رس کے گلاس خالی ہوئے بادشاہ اور ملکہ کی طبیعت خراب ہونے لگی۔ انہوں نے ایک دوسرے کی طرف تعجب سے دیکھا۔ مگر اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ قاتل زہر معدے میں جا کر اپنا کام کر چکا تھا۔ ان کے ماتھوں پر پسینہ آ گیا۔ انہوں نے بولنا چاہا مگر زبان جیسے پتھر کی ہو گئی۔ اس نے ہلنے سے انکار کر دیا۔ ملکہ نے اپنا

ہاتھ فرعون کی طرف پھیلانا چاہا۔ مگر وہ ہاتھ نہ اٹھ سکا۔ دونوں کے چہرے سبز ہو گئے۔ ان کے جسم ٹھنڈے پڑ گئے اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے دھڑام سے بیش قیمت قالین پر مردہ ہو کر گر پڑے۔

ان کے گرتے ہی ہر طرف ایک کہرام مچ گیا۔ کنیزوں اور ملازموں کی چیخیں نکل گئیں۔ نوکروں نے شور مچاتے ہوئے ادھر ادھر دوڑنا شروع کر دیا۔ حبشی غلام بھاگ کر اندر آ گئے۔ انہوں نے بادشاہ کو اٹھانا چاہا مگر بادشاہ کا جسم مر کر پتھر ہو گیا تھا۔ اتنے میں ننگی تلوار ہاتھ میں لیے سپہ سالار فوج قہرمان اندر داخل ہوا اور اس نے آتے ہی اعلان کیا:

”خبردار اگر کسی نے اپنی جگہ سے ہلنے کی کوشش کی۔ فرعون مر چکا ہے۔ آج سے میں فرعون مصر ہوں“۔

ایک وفادار حبشی خنجر لے کر قہرمان کی طرف بڑھا۔ قہرمان نے

تلوار کے ایک ہی وار سے حبشی کے دو ٹکڑے کر دیے۔ اس کے بعد کسی کو آگے بڑھنے کی جرات نہ ہوئی۔ قہرمان فوراً شاہی محل کے دیوان خاص میں آیا۔ وہاں فرعون کے قتل کی خبر پہنچ چکی تھی اور فرعون کے وفادار درباری شور مچا رہے تھے۔ قہرمان نے آتے ہی بادشاہ کے حامی درباریوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ جب وہ دس گیارہ درباریوں کو قتل کر چکا تو باقیوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ ادھر فوج میں سپہ سالار قہرمان کے حامی افسروں نے بادشاہ کے وفادار افسروں کو ہلاک کر کے ساری فوج کو زیادہ تنخواہ کا لالچ دے کر اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ بڑے پجاری نے نائب پجاری کو قتل کرنے کے بعد سارے پروہتوں کی حمایت حاصل کر لی تھی اور اعلان کر دیا تھ کہ فرعون مر چکا ہے اور ان کا پرانا مذہب نئے فرعون قہرمان نے بحال کر دیا ہے۔

قہرمان نے دربار کے وسط میں کھڑے ہو کر اپنے فرعون ہونے کا

اعلان کر دیا۔ سارے دربار پر سناٹا چھایا تھا۔ وہ اپنے سر پر سونے کا تاج رکھ کر اپنے وفادار فوجی سرداروں کے ساتھ چبوترے کی طرف بڑھا اور تخت پر جا کر بیٹھ گیا۔ فوجی سرداروں نے زور زور سے نعرے لگائے جس کا جواب درباریوں نے بھی نعروں سے دیا۔

اس کا مطلب یہ تھا کہ دربار نے قہرمان کو فرعون تسلیم کر لیا تھا۔

تم نہیں مرو گے

قہرمان فرعون بن کر مصر کے تخت پر بیٹھ گیا۔

اس نے راتوں رات اخناتون اور ملکہ نفریتی کی لاشوں کو ایک بہت قدیم بادشاہ کے اہرام میں دفن کروا دیا۔ اگلے روز عنبر سو کر اٹھا اور محل کی طرف روانہ ہو گیا۔ آج اسے اپنی والدہ ملکہ کے ساتھ مل کر بہت سی اہم باتوں پر گفتگو کرنی تھی۔ محل میں آتے ہی اسے یہ اندوہناک خبر ملی کہ قہرمان نے سازش کر کے اس کے چچا فرعون اور

والدہ ملکہ کو ہلاک کرنے کے بعد مصر کے تخت و تاج پر قبضہ کر لیا ہے۔ یہ خبر عنبر کے لیے انتہائی افسوسناک اور حیران کن تھی۔ وہ خبر سن کر بت بنا رہ گیا۔ مگر سانپ نکل چکا تھا۔ تیر کمان سے نکل گیا تھا۔ وہ سوائے خاموش رہ کر اپنی والدہ ملکہ اور چچا کا سوگ منانے کے اور کچھ نہیں کر سکتا تھا، بلکہ کھلے بندوں قہرمان کے آگے غم کا اظہار بھی نہیں کر سکتا تھا۔ قہرمان نے فوج، پجاریوں اور سارے اہل دربار کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ چند ایک درباری جو مقتول فرعون کے حامیوں میں سے تھے۔ وہ بھی قہرمان کے آگے خاموش ہو گئے تھے۔ اس لیے کہ اس نے اپنے مخالفوں کو رات ہی رات میں بڑی بے دردی سے قتل کروا دیا تھا۔

عنبر کے نزدیک اس کے سوا اور کوئی چارہ نہ تھا کہ قہرمان کو فرعون مصر بننے پر مبارک باد دے اور خاموش رہ کر مناسب وقت کا انتظار

کرے۔ اسے اپنی والدہ کے قتل کا بے حد دکھ تھا۔ اس کا دل خون کے
آنسو رو رہا تھا اور وہ قہر۔ ان سے اپنی ماں کے قتل کا بدلہ لینا چاہتا تھا۔
مگر اس وقت وہ مجبور اور بے بس تھا۔ اس نے اپنے شدید غم کو دل کے
اندر ہی دفن کر دیا اور قہرمان کو مبارک باد دینے اس کے خاص محل میں آ
گیا قہرمان سونے کی میز پر شاہی تاج ایک طشت میں رکھے اسے
فاتحانہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اس نے اپنے پیچھے کسی کے قدموں کی
چاپ سنی تو جھٹ تلوار نکال کر پلٹا۔ مگر اپنے سامنے عنبر کو دیکھ کر ٹھٹھک
گیا۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ وہ ابھی تلوار کے ایک ہی وار سے
عنبر کا سر قلم کر دے۔ کیوں کہ اسے یقین ہو چکا تھا کہ عنبر ملکہ مصر کا بیٹا
ہے۔ وہ مصر کا شہزادہ ہے اور فرعون کے تخت کا جائز وارث ہے۔ ہو
سکتا ہے وہ کبھی تخت کے لیے اس کے خلاف کوئی سازش کھڑی کر
دے۔ لیکن پھر اس نے یہ سوچ کر تلوار میان میں کر لی کہ قہرمان کی طاقت

کے آگے عنبر کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

اس نے چہرے پر بناوٹی مسکراہٹ سے عنبر کی طرف ہاتھ بڑھایا
عنبر نے بھی چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ لاتے ہوئے قہرمان کا ہاتھ
تھام کر دبایا اور کہا:

”مصر کا تخت مبارک ہو دوست، مجھے امید ہے کہ تم رعایا کے
لیے ایک نیک دل اور ہمدرد بادشاہ ثابت ہو گے۔ لوگوں کی ہمدردیاں
تمہارے ساتھ ہیں۔ اس لیے کہ اخناتون نے عوام کے مذہب کو تباہ
کرنے کی کوشش کی تھی جس کو ہرگز برداشت نہیں کیا جا سکتا“۔

قہرمان کو اچھی طرح احساس تھا کہ عنبر جھوٹ بول رہا
ہے۔۔۔ اصل میں اسے قہرمان کے فرعون بننے کی کوئی خوشی نہیں،
بلکہ سخت رنج ہے کہ اس نے اس کی والدہ ملکہ کو ہلاک کر کے تخت پر
قبضہ کر لیا ہے۔ مگر اس نے عنبر پر اپنے دل کی بات ظاہر نہ کی اور قہقہہ

لگا کر سینہ تان کر بولا:

''عنبر، میں نے اپنے زورِ بازو سے مصر کے تخت پر قبضہ کیا ہے۔ اخناتون نے لوگوں کے مذہب کے خلاف جو سنگین جرم کیا تھا اس کی سزا اسے مل کر رہی۔ میں نے عوام کے پرانے مذہب کو پھر سے بحال کر دیا ہے۔ اب مندروں اور گھروں میں اور شاہی عبادت گاہ میں پرانے بتوں کی پوجا ہوگی۔ لوگ مجھ سے خوش ہیں اور میں بہت جلد اپنا جشنِ تاج پوشی مناؤں گا''۔

عنبر کے دل کو جیسے کسی نے اپنی مٹھی میں لے لیا۔ جشنِ تاج پوشی کا سن کر اسے صدمہ ہوا۔ اس لیے یہ تاج و تخت اس کا حق تھا۔ جس تاج کو قہرمان نے اپنے سر پر رکھا ہوا تھا وہ تاج عنبر کی ملکیت تھا۔ مگر تقدیر نے عنبر کے خلاف اور قہرمان کے حق میں فیصلہ دے دیا تھا۔ مگر عنبر کو یقین تھا کہ ایک نہ ایک روز حق و انصاف کا فیصلہ ضرور ہوگا۔ کیونکہ

رب عظیم کے ہاں دیر ضرور ہو جاتی ہے مگر اندھیر کبھی نہیں ہوتا۔ اس نے خوشی کے انداز میں کہا:

''میں بڑی بے تابی سے جشن تاج پوشی کے دن کا انتظار کروں گا۔ قہرمان، تم میرے پرانے دوست ہو۔ جتنی خوشی مجھے ہوگی اور بھلا کسے ہو سکتی ہے''۔

''کیوں نہیں، کیوں نہیں۔ میں تمہیں بے شمار خوشیوں کے موقعے دوں گا۔ میں اتنی فتوحات حاصل کروں گا کہ تمہیں میرے لیے قدم قدم پر خوشی منانی ہوگی اور میرے لیے تمہیں خوشی مناتے دیکھ کر مجھے سب سے زیادہ خوشی ہوگی''۔

عنبر اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ قہرمان اس پر چوٹ کر رہا ہے۔ اسے حسد کی آگ میں جلانا چاہتا ہے۔ اس کے دل کو اندر ہی اندر کچھو کے لگنے لگی تھی۔ قہرمان نے عنبر کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا:

"دوست، تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ دربار میں تمہارا عہدہ برقرار رہے گا"۔

"شکریہ قہرمان، مجھے تم سے اسی انصاف کی امید تھی"۔

اچانک قہرمان نے تیز لہجے میں کہا:

"یہ انصاف نہیں عنبر، بلکہ میری دوست نوازی ہے۔ انصاف کا تقاضا کچھ اور تھا۔ اگر میں تمہارے بارے میں انصاف کا تقاضا پورا کرتا تو شاید تمہیں خوشی نہ ہوتی۔ مگر میں نے دوستی سے کام لیا ہے اور تمہارے عہدے کو برقرار رکھا ہے"۔

عنبر نے بڑی موقع شناسی سے کام لیتے ہوئے کہا:

"میں حضور کا اس کے لیے بھی دل سے شکرگزار ہوں"۔

اتنے میں بڑا پجاری اور وزیر دربار کے اندر داخل ہوئے۔ وزیر دربار نے آتے ہی کہا:

"مجھے تنہائی میں آپ سے کچھ بات کرنی ہے عزت پناہ"۔

قہرمان نے عنبر کی طرف دیکھا اور کہا:

"اب تم جا سکتے ہو"۔

عنبر نے جھک کر سلام کیا اور شاہی ایوان سے باہر نکل آیا۔

باہر نکل کر وہ سیدھا دربار خاص کی طرف آ گیا۔ اس نے ہر کسی سے باتوں ہی باتوں میں بڑے طریقے سے معلوم کرنے کی سرتوڑ کوشش کی کہ نئے فرعون نے اپنے پرانے فرعون اخناتون اور اس کی ملکہ نفریتی کی لاشوں کو کہاں دفن کیا ہے۔ مگر کوئی شخص بھی اسے کچھ نہ بتا سکا۔ اصل میں کسی کو بھی علم نہ تھا کہ اخناتون اور اس کی ملکہ کو ہلاک کرنے کے بعد کہاں دفن کیا گیا ہے۔

عنبر شاہی محل سے گھوڑے پر سوار ہو کر باہر نکلا اور بظاہر اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ مگر حقیقت میں وہ درویش اناطول کے پاس

جانا چاہتا تھا اس خیال سے کہ فرعون کا سراغرساں اس کا تعاقب نہ کر رہا ہو۔ اس نے اپنی حویلی کو جانے والا راستہ اختیار کیا۔ ایک جگہ کھجوروں کے جھنڈ کے پاس پہنچ کر اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ جب اسے اطمینان ہو گیا کہ کوئی بھی اس کا پیچھا نہیں کر رہا تو اس نے گھوڑا درویش اناطول کے جھونپڑے کی طرف ڈال دیا۔ دریائے نیل کے کنارے سرپٹ گھوڑا دوڑاتے وہ بہت جلد درویش اناطول کی جھونپڑی میں پہنچ گیا۔

اس وقت درویش اپنی جھونپڑی سے باہر انار کے درختوں کی چھاؤں میں بوریے پر بیٹھا عبادت کر رہا تھا۔ عنبر گھوڑا ایک طرف کھڑا کر کے ریت پر بیٹھ گیا اور اناطول کی عبادت کے ختم ہونے کا انتظار کرنے لگا۔ اناطول نے عبادت سے فارغ ہونے کے بعد عنبر کو دیکھا اور اٹھ کر اسے گلے لگا لیا۔ عنبر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ درویش نے اس

بعد دونوں کی لاشوں کو کسی خفیہ جگہ دفن کر دیا ہے۔ خدا جانے اس نے انہیں دفن کیا ہے یا دریا میں بہا دیا ہے"۔

درویش نے سر ہلا کر کہا "بادشاہ اور ملکہ کی روحیں قہرمان سے اس ظلم کا ضرور بدلہ لیں گی"۔

عنبر کہنے لگا "ان کے بدلہ لینے سے پہلے میں قہرمان سے انتقام لینا چاہتا ہوں۔ ابھی میرے پر کٹے ہوئے ہیں۔ ابھی میں مجبور ہوں۔ ابھی میں اکیلا اور بے یارومددگار ہوں۔ مگر بہت جلد رب عظیم کی مہربانی سے میرے ساتھ پوری فوج اور پورا دربار ہو گا اور میں قہرمان کی گردن اڑا کر اس سے اپنا جائز حق مصر کا تاج و تخت چھین لوں گا"۔

"رب عظیم نے چاہا تو ایسا ہی ہو گا عنبر! فی الحال تمہیں صبر اور حکمت عملی سے کام لینا ہو گا اور مناسب وقت کا انتظار کرنا ہو گا"۔

بعد دونوں کی لاشوں کو کسی خفیہ جگہ دفن کر دیا ہے۔ خدا جانے اس نے انہیں دفن کیا ہے یا دریا میں بہا دیا ہے“۔

درویش نے سر ہلا کر کہا ”بادشاہ اور ملکہ کی روحیں قہرمان سے اس ظلم کا ضرور بدلہ لیں گی“۔

عنبر کہنے لگا: ”ان کے بدلہ لینے سے پہلے میں قہرمان سے انتقام لینا چاہتا ہوں۔ ابھی میرے پر کٹے ہوئے ہیں۔ ابھی میں مجبور ہوں۔ ابھی میں اکیلا اور بے یارو مددگار ہوں۔ مگر بہت جلد رب عظیم کی مہربانی سے میرے ساتھ پوری فوج اور پورا دربار ہو گا اور میں قہرمان کی گردن اڑا کر اس سے اپنا جائز حق مصر کا تاج و تخت چھین لوں گا“۔

”رب عظیم نے چاہا تو ایسا ہی ہو گا عنبر‘ فی الحال تمہیں صبر اور حکمت عملی سے کام لینا ہو گا اور مناسب وقت کا انتظار کرنا ہو گا“۔

عنبر نے سر جھکا لیا اور پلکوں پر آنسو بھر کر بولا:

”اے بزرگ ہستی‘ مجھے یہ بتایئے کہ میری والدہ ملکہ کی قبر کہاں ہے؟“

درویش انا طول نے یہ سوال سن کر آنکھیں بند کر لیں اور ریت پر دوزانو ہو کر مراقبے میں بیٹھ گیا۔ کافی دیر مراقبہ کرنے کے بعد اس نے آنکھیں کھولیں اور کہا:

”عنبر‘ تمہاری والدہ ملکہ اور چچا کی قبریں میں تمہارے پڑدادا کے پڑدادا فرعون کے اہرام کے کھنڈروں میں دیکھ رہا ہوں۔ تم وہاں جا کر ان کی قبروں پر دعا پڑھ سکتے ہو۔ یہ کھنڈر شہر کے شمال مشرق میں ہیں“۔

”شکریہ درویش خدا مست‘ میں ابھی دعا پڑھنے جا رہا ہوں“۔

درویش انا طول سے اجازت لے کر عنبر گھوڑے پر سوار ہوا اور

قدیم اہرام کے کھنڈروں کی طرف روانہ ہو گیا۔ شام ہونے سے پہلے پہلے وہ وہاں پہنچ گیا۔ اہرام کے یہ کھنڈر ویران اور اجاڑ پڑے تھے۔ گھوڑے کو باہر باندھ کر وہ اہرام کے اندر داخل ہو گیا۔ یہاں چاروں طرف ٹھنڈا اور مرطوب اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اس نے مشعل جلا کر ہاتھوں میں تھام لی۔ اچانک ایک طرف سے ایک جانور اڑ کر اس کے سر پر پھڑ پھڑاتا ہوا باہر نکل گیا اور اس کے ساتھ ہی اسے ایک آواز آئی:

''اے شہزادے، کیا تو اپنی والدہ ملکہ کی قبر کی تلاش میں آیا ہے؟''

عنبر کو یوں لگا جیسے یہ آواز اس کے پڑدادا کی روح کی ہے۔ اس نے کہا:

''ہاں اے مقدس آواز رب عظیم تجھے اپنی رحمت سے نوازے۔

میری رہنمائی کر اور بتا کہ میری والدہ کی قبر کہاں ہے؟''

آواز پھر سنائی دی: ''اس کے لیے تجھے میری ایک شرط ماننی ہو گی۔ اگر تم نے میری شرط تسلیم کر لی تو میں تجھے تمہاری والدہ ملکہ کی قبر تک پہنچا دوں گا۔ لیکن اگر تم نے میری شرط نہ مانی تو تم ساری زندگی ان غاروں میں بھٹکتے رہو گے اور تمہیں اپنی ماں کی قبر کا پتا نہ چل سکے گا''۔

عنبر نے جلدی سے کہا:

''مجھے اپنی شرط بتاؤ' میں اسے تسلیم کر لوں گا''۔

آواز نے کہا:

''تمہیں صرف اتنا کرنا ہو گا کہ دونوں ہاتھ اٹھا کر کہنا ہو گا کہ اے رب زیوس' مجھے ہمیشہ کی زندگی عطا کر دے۔ مجھ پر موت حرام کر دے''۔

عنبر ذرا ہچکچایا: ”یہ۔۔۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟“

آواز نے غصے میں کہا:

”تو پھر ان غاروں میں ساری عمر بھٹکتا پھر۔ میں جا رہا ہوں“۔

”نہیں نہیں، ایسا نہ کرنا۔ میں تیار ہوں“۔

اور عنبر نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا:

”اے رب زیوس، مجھے ہمیشہ کی زندگی عطا کر دے۔ مجھ پر موت حرام کر دے“۔

فضا میں ایک شیطانی قہقہہ بلند ہوا اور غار کی دیواریں گونج اٹھیں:

”نیچے دیکھو، تمہاری والدہ کی قبر تمہارے سامنے ہے“۔

عنبر نے جھک کر دیکھا ایک گڑھے میں دو قبریں بنی ہوئی تھیں۔

ایک قبر پر اس کی والدہ کا نام اور دوسری پر اس کے چچا فرعون اخناتون

کا نام کندہ تھا۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر دونوں قبروں پر دعا مانگی اور غار سے باہر نکلنے سے پہلے آواز کو مخاطب کر کے بولا:

”اے آواز مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے مجھے ہمیشہ کی زندگی کیوں دلوائی ہے؟“۔

ایک بار پھر شیطانی قہقہہ گونجا اور جواب ملا:

”اس لیے کہ میں ہمیشہ کے جہنمی عذاب سے چھٹکارا پا سکوں۔ سنو اب تمہیں رات کے پچھلے پہر دریا پر پہنچنا ہوگا۔ وہاں ایک جہاز تمہارے انتظار میں کھڑا ہوگا۔ یہ ہمیشگی کی زندگی کا جہاز ہوگا۔ تم اس پر سوار ہو جاؤ گے۔ اگر تم نے اپنی شرط اور قسم کے مطابق ایسا نہ کیا تو تمہاری والدہ کی روح قیامت تک سخت عذاب میں مبتلا کر دی جائے گی“۔

عنبر نے فوراً کہا۔

"میں ضرور پہنچ جاؤں گا۔ رب عظیم میری والدہ ملکہ کی روح کو عذاب سے محفوظ رکھے"۔

رب عظیم کے نام پر ایک بار پھر ایسا شیطانی قہقہہ گونجا جیسے کوئی پہاڑ کی چوٹی سے پتھروں کے ساتھ نیچے لڑھک رہا ہو۔ اس کے بعد آواز غائب ہوگئی۔ عنبر غار سے باہر نکل آیا۔ اس کی مشعل بجھ کر اندر ہی کہیں گر چکی تھی۔

گھوڑے پر سوار ہو کر وہ سیدھا اپنی حویلی میں آ گیا۔ وہ بڑا حیران تھا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے، وہ ہمیشہ زندہ رہے اور اسے کبھی بھی موت نہ آئے۔ اس چیز کو آزمانے کے لیے اس نے خنجر لے کر اپنے بازو پر ایک خراش ڈالی۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ بازو کی کھال کٹ گئی لیکن خون کا ایک قطرہ بھی باہر نہ نکلا۔ اس کے ساتھ ہی زخم اپنے آپ مل گیا۔ وہ ابھی غور ہی کر رہا تھا کہ اسے باہر گھوڑوں کے رکنے

اور حویلی کے اندر قدموں کی آواز سنائی دی۔ دروازہ ایک دم کھلا اور دو سپاہی تلواریں سونتے اس کی طرف بڑھے۔

"ہم فرعون مصر کے نام پر تجھے گرفتار کرتے ہیں۔ ہمیں حکم ملا ہے کہ تمہیں گرفتار کر کے زندہ زمین میں دفن کر دیں"۔

عنبر پہلے تو حیرت زدہ ہو کر رہ گیا۔ پھر اسے خیال آیا کہ وہ تو مر نہیں سکتا۔ کیوں نہ مقابلہ ہی کرے۔ اس خیال کے ساتھ ہی اس نے بھی تلوار نکال لی۔ دونوں سپاہی اس پر تلواریں لے کر ٹوٹ پڑے۔ بڑا زبردست مقابلہ شروع ہو گیا۔ عنبر اگر تلوار بازی میں ماہر تھا تو وہ سپاہی بھی کسی سے کم نہیں تھے۔ ایک کا دو سے مقابلہ تھا۔ کبھی عنبر کا پلہ بھاری ہو جاتا اور کبھی سپاہی اسے دھکیلتے ہوئے دیوار تک لے جاتے۔ آخر ایک کامیاب راؤنڈ کھیل کر عنبر نے ایک زوردار وار کر کے ایک سپاہی کی گردن اڑا دی۔ دوسرا سپاہی اپنے ساتھی کی موت

سے غضبناک ہو گیا۔ اس نے تلوار کا ایک بھرپور وار عنبر کی گردن پر
کیا۔ تلوار سیدھی عنبر کی گردن سے ٹکرائی۔ مگر گردن کٹنے کی بجائے
تلوار جھنجھنا کر اچٹ گئی۔ جیسے کسی لوہے کی ڈھال سے ٹکرائی ہو۔ چھن
کی آواز پیدا ہوئی اور گردن کا کچھ بھی نہیں بگڑا تھا۔

سپاہی کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس نے ایسا شدید اور بھر
پور وار کیا تھا کہ اگر پتھر پر بھی کیا جاتا تو اس کے بھی ٹکڑے
اڑ جاتے۔ مگر عنبر کی گردن پر ایک ہلکی سی خراش بھی نہ آئی تھی۔ وہ گھبرا
گیا۔ عنبر نے اس کی گھبراہٹ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے تلوار اس کے
دل میں اتار دی۔ ایک چیخ کے ساتھ سپاہی مردہ ہو کر گر پڑا۔ عنبر نے
تلوار نیام میں کی۔ اپنی حویلی کو ایک نظر دیکھا اور گھوڑے سوار ہو کر
دریا کی طرف اٹھ دوڑا۔

اسے ڈر تھا کہ کہیں فرعون کی فوج اس کی تلاش میں نہ آ رہی ہو۔

اگرچہ وہ ہمیشہ کے لیے زندہ کر دیا گیا تھا مگر پھر بھی اسے ڈر تھا کہ
زمین کے اندر دفن ہونے سے کہیں اس کا سانس نہ رک جائے اور دم
گھٹنے سے نہ مر جائے۔ اسے کیا خبر تھی کہ وہ زمین میں دفن ہونے کے
بعد بھی ہزاروں سال تک بغیر سانس لیے اور کچھ کھائے پیے زندہ رہ
سکتا تھا۔

رات آدھی سے زیادہ ڈھل چکی تھی۔ وہ دریائے نیل کے
کنارے پہنچا تو دریا کنارے ایک چھوٹا سا بادبانی جہاز لنگر انداز تھا۔
جہاز پر روشنی ہو رہی تھی اور ملاحوں کے گیت گانے کی آواز سنائی دے
رہی تھی۔ وہ ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ اس کو آواز دے کہ جہاز سے ایک
چھوٹی سی کشتی اتر کر اس کے پاس آئی اور ایک ادھیڑ عمر جہازی نے
کہا:

"تشریف لائیے، ہم آپ ہی کا انتظار کر رہے تھے"۔

عنبر چپ چاپ کشتی میں سوار ہو گیا۔ کشتی اسے لے کر بادبانی جہاز کے ساتھ لگ گئی۔ ایک سیڑھی کے ذریعے عنبر جہاز کے اوپر آ گیا۔ وہاں جہازی گیت گاتے ہوئے اپنے اپنے کام میں لگے تھے۔ عنبر کو سوار ہوتا دیکھ کر جہاز کپتان نے جہاز کا لنگر اٹھوا دیا اور جہاز نے پچھلے پہر کی ہوا میں دریا میں سفر شروع کر دیا۔ رات بھر اور اگلے دن سفر کرنے کے بعد جہاز کھلے سمندر میں داخل ہو گیا۔ اس دوران میں جہاز پر کسی نے بھی عنبر سے کوئی بات نہ کی تھی۔ سارے جہازی اپنا اپنا کام کر رہے تھے۔ عنبر جس کسی سے بات کرنے کی کوشش کرتا۔ وہ اس کی طرف دیکھ کر خاموشی سے مسکراتا اور بغیر جواب دیے اپنے کام میں مشغول ہو جاتا۔

رات ہو گئی۔ اس رات سمندر میں طوفان آ گیا۔ صبح طوفان ختم گیا۔ بادلوں میں سے سورج نکلا تو عنبر اپنے لکڑی کے کیبن سے نکل

کر عرشے پر آیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا وہاں ایک بھی جہازی نہیں تھا۔ وہ بھاگ کر کپتان کے کمرے میں گیا۔ وہاں بھی کوئی نہیں تھا۔ وہ نیچے آیا۔ جہاز کے چپو اپنے آپ چل رہے تھے۔ ملاحوں کے گیت گانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ مگر ایک بھی ملاح دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ سارے جہاز میں گھوم گیا۔ سارے کا سارا جہاز خالی تھا۔ پھر ملاحوں کے گیت کی آوازیں بھی بند ہو گئیں۔ چپو اپنے آپ چلتے رہے۔ جہاز کسی نامعلوم منزل کی طرف سمندر کی لہروں پر بہتا رہا۔ عنبر اس خالی اور ویران جہاز پر شاید ہمیشہ کے لیے تنہا رہ گیا۔۔ کیا وہ موت سے زندگی کی طرف جا رہا تھا؟

☆☆☆

☆ خالی جہاز عنبر کو لے کر کہاں پہنچا؟

☆ اس نے فرعون سے کیسے انتقام لیا؟

☆ یہ سب کچھ اس ناول کے دوسرے حصے

"فرعون کی تباہی" میں پڑھیے۔